امارت شرعیہ بہار، اڈیشہ وجھارکھنڈ کا ترجمان

ہفتہ وار نقیب

پھلواری شریف پٹنہ

مدیر

مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

معاون

مولانا رضوان احمد ندوی

اس شمارہ میں

■ اللہ کی باتیں، رسول اللہ کی باتیں
■ دینی مسائل
■ یادوں کے چراغ (مولانا ابرار احمد قاسمی)
■ آئین اور انصاف کا تقاضہ ہے کہ......
■ ہندوستان پر مسلمانوں کے احسانات
■ ترکی؛ خلافت عثمانیہ کی راہ پر
■ واجپئی اور وی ایس نائپال کے نظریات
■ اخبار جہاں، ہفتۂ رفتہ، ملی سرگرمیاں

جلد نمبر 56/66 شمارہ نمبر 34 مورخہ ۲۲؍ذی الحجہ ۱۴۳۹ھ مطابق ۳؍ستمبر ۲۰۱۸ء روز سوموار

مارکیٹنگ

مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

مارکیٹنگ سامانوں کی ہی نہیں صلاحیتوں اور اہلیت کی بھی ہوتی ہے، بلکہ سامانوں کی مارکیٹنگ سے پہلے سیلز مین کو اپنی مارکیٹنگ کرنی پڑتی ہے، یہ مارکیٹنگ اگر مضبوط ہے تو کاروبار کی مارکیٹنگ مضبوط ہوگی اور یہ اہلیت نہیں ہے تو کاروبار بھی مندا ہوگا اور انسانی معاشی اور مالی اعتبار سے پس ماندہ رہ جائے گا، اس لیے شخصیت کی تعمیر کے لیے ان دنوں پرسنالٹی ڈیولپمنٹ شخصی ارتقاء کے لیے مختلف ایجنسیوں اور این جی اوز کے ذریعہ تربیتی نظام اپنایا جاتا ہے، تاکہ کسی موقع سے کسی بھی انٹرویو میں ناکامی سے بچا جا سکے اور امیدوار اپنی شخصیت کی صلاحیت واہلیت کی مارکیٹنگ پورے طور پر کرا سکے۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ ہندوستان میں بے روزگار نوجوانوں کی بھیڑ ہے، ایسے میں روزگار کی تلاش کے لیے اپنی شخصیت اور اپنی خوبیوں کو متعلقہ ذمہ دار تک پہونچائے بغیر آپ کے لیے مطلوبہ ملازمت کا حصول ناممکن نہیں ہے تو دشوار ضرور ہے، اس دشواری کا حل یہ ہے کہ آپ جس شعبہ میں لگنا چاہتے ہیں، اس کے لیے منصوبہ بند کوشش کیجئے، بعض چیزیں ہر مارکیٹنگ کے لیے ضروری ہوتی ہیں، جیسے نوٹنگ اور ڈرافٹنگ کی صلاحیت، اپنی بات بہتر انداز میں کہنے کی صلاحیت، تحریر کی خوبصورتی، جسمانی رکھ رکھاؤ، صفائی ستھرائی، زبان دانی وغیرہ، یہ چیزیں پیشہ ورانہ صلاحیت کے ساتھ جس قدر مضبوط ہوں گی، اضافی صلاحیت کے اعتبار سے آگے بڑھنے میں ممد ومعاون ہوں گی، آپ جس طرف جانا چاہتے ہیں، اس کے لیے جو مطلوبہ صلاحیت درکار ہے، اس کا بھی جائزہ لیتے رہنا چاہئے کہ آپ نے جو ہدف چنا ہے، کیا آپ اس کے لیے موزوں ہیں، یہ خود احتسابی کا عمل ہے، کوئی دوسرا اس کا جائزہ آپ سے بہتر نہیں لے سکتا، بڑے خواب دیکھنا اچھی بات ہے، لیکن خواب کے ساتھ مطلوبہ صلاحیت کے حصول کی جد وجہد بھی لازمی ہے، ورنہ اس کا حشر دیوانے کے خواب سا ہو کر رہ جائے گا اور ناکامی دروازے پر دستک دینے لگے گی، اس سے آپ کے اندر کی خود اعتمادی کو نقصان پہونچے گا، جو مستقبل کے لیے انتہائی خطرناک ثابت ہوگا، کیوں کہ بے اعتمادی کے ساتھ منزل کی طرف چھلانگ لگانا ممکن نہیں ہوتا، اس لیے اس صورت حال سے ہر حال میں بچنا چاہئے، اسی طرح جد وجہد اور مشقتوں سے گھبرا کر اپنے مقصد سے سمجھوتا نہیں کرنا چاہئے۔ کوشش کے بقدر ہی انسان کو ملتا ہے، اللہ رب العزت نے ''لیس للانسان الا ماسعیٰ'' میں یہی بات کہی ہے، اور کہنے والے نے ''من جدّ وجد'' کوشش کرنے والا پاتا ہے، کا اعلان کر کے اسی طرف ہماری رہنمائی کی ہے، اس لیے کوشش ترک نہیں کرنی چاہئے اور تھک ہار کر بیٹھ جانے سے گریز کرنا چاہئے، البتہ جس طرح ناامیدی مارکیٹنگ میں مضر ہے، اسی طرح غیر ضروری خوش فہمی سے بھی بچنا چاہئے، جائزہ لیتے وقت غور کرنا چاہئے کہ مطلوبہ ہدف کو پانے کے سلسلہ میں ہماری اپنی صلاحیت وطاقت کیا ہے؟ اس رستے میں ہماری کمزوری کیا کیا ہے؟ ہم نے جو ہدف مقرر کیا ہے، اس میں مواقع اور امکانات کیا کیا ہیں؟ طاقت، کمزوری، مواقع اور امکانات کے بعد اس کا بھی جائزہ لینا چاہئے کہ منزل تک پہونچنے میں رکاوٹیں کیا کیا آسکتی ہیں؟

شخصی ارتقاء کے میدان میں اسے اصطلاحی طور پر SWOT سے تعبیر کیا گیا ہے، جس کا پہلا حرف 'S' اسٹرینتھ (طاقت)، دوسرا حرف 'W' ویکنیس (کمزوری)، تیسرا حرف 'O' اپرچونیٹی (مواقع) اور آخری حرف 'T' تھریٹ (رکاوٹ اور خطرات) کو مشیر ہے۔ اگر آپ نے اپنی طاقت وقوت اور اہلیت وصلاحیت کا صحیح لگا لیا، اپنی کمزوریوں پر قابو پا لیا اور مواقع وامکانات کا صحیح تجزیہ کر لیا اور خطرات اور رکاوٹوں کو عبور کرنے کا حوصلہ جٹا لیا ہے تو سمجھئے کہ آپ اپنے ہدف کے قریب پہونچ گئے ہیں، اور آپ مطلوبہ مقاصد کو حاصل کر سکتے ہیں۔

اب جب آپ شخصی ارتقاء کے مراحل سے گذر کر اپنی مارکیٹنگ کے لائق ہو گئے تو جلد مالدار ہونے کی غرض سے بڑی تنخواہ والی ملازمت کے چکر میں مت پڑیئے، ابھی آپ اس میدان میں ناتجربہ کار ہیں، اور بغیر تجربہ کے گھاس ڈالنے والی کمپنیاں کم ہیں، سب کو تجربہ کار آدمی چاہئے م کیوں کہ اسے کام کروانا ہے، ناتجربہ کار لوگ تجربہ کار کی طرح کام نہیں کر پاتے، شروع میں ان کو کام سیکھنا ہوتا ہے، اور سیکھنے کے عمل میں بڑی تنخواہ نہیں ملا کرتی، خوب یاد رکھئے جو چھوٹی تنخواہ پر شروع میں کام کر لیتے ہیں، آگے ان کے لیے بڑی تنخواہ کے حصول کی راہ آسان ہو جاتی ہے، ہر آدمی پہلے دن سے اگلی صف میں جانا چاہتا ہے، اگلی صف میں جانے کے چکر میں دھکے مکے کھاتا ہے، لیکن اگر آپ دوسری لائن میں بنے رہنے کو تیار ہوں تو اگلی صف تک آپ آسانی سے پہونچ سکتے ہیں اور بغیر کسی رکاوٹ کے پہونچ سکتے ہیں۔ (بقیہ صفحہ ۹؍پر)

کڑوا سچ

بین السطور

کالا دھن جو ملک سے باہر تھا، اور جسے مرکزی حکومت نے شروع کے دنوں میں ہی واپس لانے کا وعدہ کیا تھا، اور جسے ہر شہری کے کھاتے میں پندرہ لاکھ جمع ہونا تھا، اس کی واپسی تو نہیں ہو سکی، البتہ وجئے مالیا اور نیرو مودی جیسے لوگ ہندوستان سے سفید مال بھی لے کر چلتے بنے، بینکوں کو ایسا چونا لگایا کہ اب تک ان کے سنبھلنے کے آثار نہیں دکھ رہے ہیں، جب باہر کے کالا دھن کی واپسی میں حکومت ناکام ہوگئی تو اس نے ملک کے اندر سے کالے دھن کو نکلوانے کے لیے نوٹ بندی کا ڈرامہ اسٹیج کیا، اس ڈرامہ میں جن کو ہیرو بننا تھا، وہ تو پہلے ہی کالے کو سفید کرنے میں کامیاب ہو گئے، بینکوں نے کچھ لے دے کر کے ان کی مشکلیں آسان کر دیں، مارے گئے وہ بیچارے جو غریب اور متوسط طبقے کے تھے، ان کا پرسان حال کوئی نہیں تھا، بینکوں کی لمبی قطاروں میں دن دن بھر لگ کر وہ ہزار پانچ سو کے نوٹ بدلنے کے چکر میں پریشان ہو کر رہ گئے، کئی لڑکیوں کی شادیاں ٹوٹ گئیں، کئی برات وقت پر نہیں آسکی، کسانوں کو بدلے میں رقم لینے میں جن دشواریوں کا سامنا کرنا پڑا، اس سے ان کی فصلیں بر وقت نہیں لگ سکیں، ایک سو سے زیادہ لوگوں کی موت ہوئی، روز کمانے والے پندرہ کروڑ لوگوں کو ہفتوں کام نہیں ملا، لاکھوں لوگ بے روزگار ہو گئے، ایک ہاہا کار مچا اور ہر طرف افراتفری کا بازار گرم رہا، عدم برداشت کے اس ماحول میں بھی ہندوستانی عوام نے غیر معمولی قوت برداشت کا مظاہرہ کیا، اور مرکزی حکومت کے خوش کن اور خواب آور جملوں کی وجہ سے عوام سو گئی، اور جس وقت سیاسی پارٹیوں اور عوام کو بیدار ہونا چاہئے تھا وہ خاموش رہی، اندازہ ہوا کہ بی جے پی والے لاکھ تشدد پر آمادہ ہوں، لیکن عوام اب بھی گاندھیائی اہنسا کے پیرو کار ہیں، اور ہندوستانی باشندوں کا اصل مزاج اور ذہنی رو عدم تشدد سے ہی تیار ہوا ہے۔

نوٹ بندی میں کالے دھن کی واپسی کے ساتھ ساتھ جعلی نوٹوں کے چلن سے ہندوستانی معیشت کو ہونے والے نقصان سے بچانا بھی ایک مقصد تھا، حکومت اس میں بھی ناکام ہوگئی، مرکزی حکومت نے عدالت عظمیٰ (سپریم کورٹ) کو بتایا تھا کہ ملک میں تین سے چار لاکھ کروڑ روپئے کالا دھن کی شکل میں موجود ہیں۔ جو ریزرو بینک کو واپس نہیں آئیں گے، سرکار کے یہ اعداد وشمار بھی غلط ثابت ہوئے، عوام کے ذریعہ ایک ہزار اور پانچ سو روپئے کے پرانے نوٹ 99.3% بینکوں میں جمع ہو گئے، صرف دس ہزار سات سو کروڑ کی رقم واپس نہیں آئی، ریزرو بینک آف انڈیا کی رپورٹ کے مطابق ۸؍نومبر ۲۰۱۶ء سے پہلے پانچ سو اور ایک ہزار کے 15.41 لاکھ کروڑ روپئے مارکیٹ میں دستیاب تھے، 15.31 لاکھ کروڑ روپئے کی واپسی ہوئی، ان پرانے نوٹوں کی گنتی اور ان کو ختم کرنے میں بائیس ماہ کا عرصہ لگا اور حکومت کو کروڑوں روپئے اس مد میں خرچ کرنے پڑے۔ نوٹ بندی سے نقلی کرنسی کو نہیں روکا جا سکا، اعداد وشمار بتاتے ہیں کہ ۲۰۱۶۔۲۰۱۷ میں پانچ سو روپئے کے صرف ایک سو ننیانوے نقلی نوٹ پکڑے گئے تھے، جب کہ ۲۰۱۷۔۲۰۱۸ میں یہ تعداد بڑھ کر نو ہزار آٹھ سو بانوے (9892) کو پہونچ گئی، جب کہ دو ہزار روپئے کے نقلی نوٹوں کی تعداد چھ سو اڑتیس سے بڑھ کر ۲۰۱۷۔۲۰۱۸ میں سترہ ہزار نو سو انتیس (17929) ہوگئی۔ یہی حال پچاس روپئے کے نقلی نوٹوں کا رہا، جس میں نئے پچاس روپئے کے نوٹ بھی شامل ہیں، یہ تعداد ۲۰۱۵۔۲۰۱۶ میں چھ ہزار چار سو ترپن، ۲۰۱۶۔۲۰۱۷ میں نو ہزار دو سو بائیس اور ۲۰۱۷۔۲۰۱۸ میں تئیس ہزار چار سو سینتالیس ہوگئی، سو روپئے کے نقلی نوٹوں میں بھی پینتیس فیصد کا اضافہ درج ہوا۔

نوٹ بندی کے ساتھ نئے نوٹ چھاپے گئے، اس سے ملکی خزانہ پر 133% کا اضافی بوجھ بڑھا، ۲۰۱۵۔۲۰۱۶ میں 3421 کروڑ، ۲۰۱۶۔۲۰۱۷ میں 7965 کروڑ اور ۲۰۱۷۔۲۰۱۸ میں 4912 کروڑ روپئے نئے نوٹوں کی چھپائی پر صرف ہوئے۔ سابق وزیر مالیات پی چدمبرم کے مطابق مجموعی طور پر ملک کو 2.25 لاکھ کروڑ کا نقصان اٹھانا پڑا۔ مرکزی حکومت نے اپنے اس اقدام کے جواز کے لیے یہ بھی کہا تھا کہ اس عمل سے دہشت گردوں کی کمر ٹوٹ کر رہ جائے گی، معاملہ اس کے برعکس ہوا، ۸؍نومبر ۲۰۱۵ء کے بعد سے ۲۰۱۶ء تک ایک سو پچپن واقعات دہشت گردی کے سامنے آئے، ۲۰۱۷ء میں ایک سو چوراسی اور ۳۱؍جولائی ۲۰۱۸ء تک ایک سو اکیانوے واقعات آن ریکارڈ درج ہیں۔ ایک بات یہ بھی کہی گئی تھی کہ اس عمل سے بدعنوانی کا خاتمہ ہوگا، خاتمہ تو کیا ہوتا پہلے ۲۰۱۶ء تک ہمارا ملک دنیا کے بدعنوان ملکوں میں ۸۱ ویں نمبر پر تھا۔ (بقیہ صفحہ ۹؍پر)

خاموشی

''میں نے ایک مدت تک لوگوں کو پرکھا ہے، لوگ کبھی بھی خوش نہیں ہوتے، نہ آپ کی خاموشی سے، نہ آپ کی گفتگو سے، کبھی کبھی آپ ایسے دوراہے پر کھڑے ہوتے ہیں، جہاں خاموشی سب سے بہترین ثابت ہوتی ہے، حالات کا تقاضہ ہوتا ہے کہ آپ لبوں کو وضاحتیں پیش کرنے کے بجائے سی لیں، ''من سکت نجیٰ و من صمت نجیٰ'' کا مفہوم یہی تو ہے۔ پھر کون آپ کو کس زاویہ سے دیکھتا ہے، ترازو کے کس پلڑے میں رکھ کر تولتا ہے، یہ ان کی اپنی ذہنیت پر منحصر ہے، آپ کو فکر اس بات کی ہونی چاہئے کہ اللہ کو خوش اور راضی رکھنا ہے۔'' (حاصل مطالعہ)

بلا تبصرہ

''کالا دھن آج بھی ملک کے لیے ایک معمہ بنا ہوا ہے، موجودہ حکومت نے اپنی حکمرانی کے سودنوں میں اس سلسلے میں سارے نام اجاگر کرنے کے وعدے کیے تھے، لیکن تین سال سے زیادہ بیت جانے کے بعد بھی آج سوا سو کروڑ عوام ٹکٹکی لگائے مرکزی سرکار کی طرف دیکھ رہی ہے، غیر قانونی طور پر بیرون ملک بھیجے گئے اربوں روپئے کا بڑا سرمایہ غیر ملکی بینکوں کی زینت بڑھا رہا ہے، جس سے اس ملک کے شہریوں کی تقدیر بدل سکتی ہے، ایسے لوگوں کے کالے کرتوتوں کو عوام کے سامنے پیش کیا جانا چاہئے۔'' (دیپک کمار: روزنامہ پربھات خبر ۲۸؍اگست ۲۰۱۸ء)

اللہ کی باتیں ---- رسول اللہ کی باتیں

مولانا رضوان احمد ندوی

درس عبرت:

﴿خشکی اور تری میں لوگوں کے اعمال کے سبب بلائیں پھیل رہی ہیں؛ تا کہ اللہ تعالیٰ ان کے بعض اعمال کا مزہ ان کو چکھادے؛ تا کہ وہ باز آجائیں۔ آپ فرمادیجئے کہ ملک میں چلو پھرو، پھر دیکھو کہ جو لوگ پہلے ہو گذرے ہیں، ان کا انجام آخر کیسا ہوا، ان میں اکثر مشرک ہی تھے۔﴾ (سورۂ آدم)

مطلب: قرآن مجید کی ان آیات میں اللہ رب العزت نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ بعثت کی تصویر کشی کرتے ہوئے فرمایا کہ اس وقت انسانوں کی بداعمالی اور بے اعتدالی کی وجہ سے دنیا خانہ جنگی، طبقاتی کش مکش اور معاشی بے چینی میں مبتلا تھی، شر وفساد اور فتنہ و بگاڑ کی وجہ سے انسانیت وشرافت کی اعلیٰ اخلاقی قدریں مٹتی جارہی تھیں، خاندانی جھگڑوں کی وجہ سے امن وامان معدوم ہوتا جارہا تھا، لوگ گھٹن محسوس کررہے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دم توڑتی اور بھٹکتی انسانیت کو عدل وانصاف اور حق وصداقت کا پیغام دیا اور گذشتہ قوموں کے انجام بد سے قبائل عرب کو عبرت حاصل کرنے کی ترغیب دی۔

آج بھی دنیا اسی صورت حال سے دوچار ہے، حد درجہ اخلاقی گراوٹ، معاشرتی بدنظمی اور نظام حکومت میں ہر جگہ ابتری وانتشار پایا جارہا ہے، دنیا امن وسکون سے محروم ہوتی جارہی ہے، گویا اس وقت ملک کی فضا دھوکہ دھڑی اور قتل وغارت گری کی وجہ سے مسموم ہوچکی ہے اور یہ ساری خرابیاں اس لیے پیدا ہورہی ہیں کہ لوگوں نے اپنے مقصد حیات کو فراموش کردیا، بدنیتی و بے دینی اور لاقانونیت کے جراثیم رگ وپے میں سرایت کرگئے، گاؤں گاؤں، قریہ قریہ اور شہر شہر کوئی ایسی جگہ خالی نہیں جہاں بگاڑ اور فساد برپا نہ ہو، حتی کہ ہماری مسجدیں اور عبادت گاہیں بھی بحث ومباحثہ اور اختلافی مسائل کی آماجگاہ بن گئی ہیں، معمولی مسلکی اختلاف کی بنا پر مسجدوں میں ہنگامے ہونے لگتے ہیں، افسوس یہ ہے کہ یہ امت فروعی اختلافات میں پڑ کر اصول دین سے بھی محروم ہوتی جارہی ہے اور اسی کا نتیجہ ہے کہ اضطراب وانتشار کی شکار ہوگئی، اسی لیے خداوند قدوس نے آیات مذکورہ میں گذشتہ قوموں اور ملتوں کی اخلاقی گراوٹ وپسماندگی کے اسباب ومحرکات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ جب تک انسان اپنے اعمال وکردار اور طریقہ زندگی میں تبدیلی نہیں لائے گا، اسس وقت تک وہ حقیقی اطمینان وسکون سے محروم رہے گا، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے ہی نازک حالات میں عبادت وریاضت اور رجوع الی اللہ کی تلقین کرتے ہوئے فرمایا کہ فتنہ وفساد کے زمانے میں اللہ کی عبادت کرنا میری طرف ہجرت کرنے کے برابر ہے، دعا فرمایئے کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے اندر دین کی صحیح فہم وفراست عطا فرمائے اور ان کو ہر طرح کے فتنہ وفساد سے حفاظت فرمائے اور مومن کامل بن کر زندگی گذارنے کی توفیق بخشے۔ آمین

حرص وطمع سے بچیۓ:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر انسان کو سونے کی ایک وادی مل جائے تو چاہے گا کہ دو وادیاں ہوجائیں، موت کے سوا کوئی چیز اس کے منہ کو بھر نہیں سکتی۔ (بخاری شریف)

وضاحت: مذکورہ حدیث میں انسان کی ایک بنیادی کمزوری کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جن لوگوں کو مختلف طرح کی نعمتوں اور آرائشوں سے نوازا تو وہ اپنی نعمتوں پر شکر بجالانے کے بجائے حرص وطمع میں مبتلا ہوجاتا ہے، اس پر مادہ پرستی پیدا ہوجاتی ہے اور مال ودولت کی مزید چاہت اور عیش وآرام کی بہتات میں سرگرداں رہتا ہے، پھر وہ زندگی کی آخری منزل پر جا پہونچتا ہے اور اس کی ساری آرزوئیں خاک میں مل جاتی ہیں، جبکہ اللہ تعالیٰ اس سے ان نعمتوں کے بارے میں سوال کرے گا کہ تم کو جو نعمتیں عطا کیں، اس کا کتنا حق ادا کیا۔ ایک حدیث میں فرمایا گیا کہ قیامت کے روز بندہ سے جس چیز کا سب سے پہلے سوال ہوگا، وہ تندرستی ہے، اس کو کہا جائے گا کہ کیا ہم نے تمہیں تندرستی نہیں دی تھی اور کیا ہم نے تمہیں ٹھنڈا پانی نہیں پلایا تھا، اسی طرح دنیا کی ہر لذت کے بارے میں پوچھ گچھ ہوگی، جس نے ایمان واطاعت کے ساتھ ان نعمتوں کا حق ادا کیا، وہ کامیاب وبامراد ہوں گے اور جو ناکام ہوئے، وہ موجب سزا ہوں گے، اس لیے جو لوگ مال ودولت پر اپنی برتری میں مست رہتے ہیں اور زیادہ کے لیے بھاگ دوڑ کرتے رہتے ہیں، پہلے انہیں مال دولت کے صحیح مصرف پر خرچ کرنے کی فکر ہونی چاہیے اور اللہ کی رضا وخوشنودی کا طلبگار بننا چاہیے، کیوں کہ وہ مال اس کے پاس ایک امانت ہے، جس میں محتاجوں اور پریشان حال بندوں کا حق وابستہ ہے۔ ایک حدیث میں فرمایا کہ آدمی کہتا ہے: میرا مال، میرا مال، حالانکہ اسمیں تیرا حصہ تو اتنا ہی ہے، جس کو تو نے کھا کر فنا کردیا، یا پہن کر بوسیدہ کردا، یا صدقہ کرکے اپنے آگے بھیج دیا اور اس کے سوا جو کچھ ہے، وہ تیرے ہاتھ سے جانے والا ہے تو اس کو لوگوں کے لیے چھوڑنے والا ہے، اس لیے ہر مومن بندہ کو آخرت کی فکر اور روز محشر کے باز پرس کو یاد رکھنا چاہیے اور شرعی حدود میں رہتے ہوئے زندگی بسر کرنی چاہیے، اللہ تعالیٰ نے سورہ تکاثر میں انہیں باتوں کی طرف توجہ دلائی ہے، ارشاد فرمایا ہے: دنیوی سامان پر فخر کرنا تم کو آخرت سے غافل کئے رکھتا ہے، یہاں تک کہ تم قبرستان میں پہونچ جاتے ہو، یعنی مرجاتے ہو، یقین کی آنکھوں سے دیکھو گے پھر اس دن تم سے ساری نعمتوں کے بارے میں پوچھ گچھ ہوگی۔ معلوم ہوا کہ اس دن رونا اور گرگڑانا کچھ کام نہ آئے گا، ابھی وقت ہے کہ غفلت کے پردہ کو چاک کیا جائے اور اصلاح حال کی کوشش کو تیز کیا جائے۔

دینی مسائل

مفتی احتکام الحق قاسمی

ماہ محرم میں ماتم وتعزیہ کا شرعی حکم:

ماہ محرم میں عاشورہ کے موقع پر بہت سارے مسلمان حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یاد میں نوحہ وماتم کرتے ہیں،، زنجیروں وبلیڈوں سے اپنے آپ کو زخمی کرتے ہیں، آگ کے انگاروں پر ننگے پاؤں چلتے ہیں، تعزیہ بناتے ہیں، اس پر پھول مالا اور چڑھاوا چڑھاتے ہیں، منتیں مانتے ہیں، گلی گلی لے کر پھرتے ہیں، تعزیہ سازی میں مقابلہ بازی کرتے ہیں، جس میں بعض دفعہ آپس میں سخت اختلاف ہوتا ہے، مار پیٹ اور جھگڑا لڑائی کی نوبت آجاتی ہے، اس طرح کے اعمال کا شریعت میں کیا حکم ہے؟ جواب سے نوازیں۔

الجواب و باللّٰہ التوفیق

اس میں کوئی شک نہیں کہ سیدنا حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت تاریخ کا المناک ودردناک حادثہ ہے، جو خاندان نبوت علی صاحبہا الصلواۃ والسلام سے عقیدت ومحبت رکھنے والے ہر صاحب ایمان کے لیے باعث رنج والم ہے، لیکن رنج والم کے ایسے موقع پر یاد حسینؓ میں نوحہ کرنا، سینہ پیٹنا، گریبان چاک کرنا، چہرہ نوچنا، کپڑے پھاڑنا، زنجیروں اور بلیڈوں سے اپنے آپ کو زخمی کرنا، آگ کے انگاروں پر چلنا، یا حسین یا حسین کا نعرہ بلند کرنا،، تعزیہ بنانا، اس پر پھول مالا اور چڑھاوا چڑھانا، منتیں ماننا، گلی کوچے میں لیے پھرنا اور تعزیہ سازی میں کمپٹیشن اور مقابلہ کرنا؛ یہ سب واہیات وخرافات اور انتہائی قبیح و مذموم حرکات ہیں، کتاب و سنت، صحابہ کرام، تابعین، تبع تابعین، بزرگان دین اور ائمہ مجتہدین کہیں سے، بلکہ اہل سنت والجماعت کے کسی بھی مکتبۂ فکر سے ان جیسے اعمال کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔ یہ سب کے سب سراسر غیر اسلامی طریقے ہیں، جن کے مرتکبین سے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی برأت اور لاتعلقی کا اظہار واعلان فرمادیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

”لیس منا من ضرب الخدودو شق الجبوب و دعا بدعوی الجاھلیة“ (صحیح بخاری کتاب الجنائز؛ باب لیس منا من ضرب الخدود)

وہ ہم میں سے نہیں، جس نے چہرہ کو زخمی کیا، گریبان چاک کیا اور جاہلیت کی صدا بلند کی۔

قطب ربانی شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اگر حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کا دن یوم مصیبت وماتم کے طور پر منایا جائے تو یوم دوشنبہ (سوموار کا دن) اس غم واندوہ کے لیے زیادہ سزاوار ہے، کیوں کہ اس دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی ہے اور اسی دن حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے بھی وفات پائی ہے، (حالانکہ ایسا کوئی نہیں کرتا) (غنیۃ الطالبین: ۲/ ۳۸، بحوالہ فتاویٰ رحیمیہ: ۲/۲۷۳)

علامہ ابن حجر مکیؒ فرماتے ہیں: خبردار اور ہوشیار! عاشورہ کے دن روافض کی بدعتوں میں مبتلا نہ ہوجانا، مانند مرثیہ خوانی، آہ وبکا اور رنج والم کے؛ اس لیے کہ یہ خرافات مسلمانوں کے شایان شان نہیں ہیں۔ اگر ایسا کرنا جائز ہوتا تو اس کا زیادہ مستحق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یوم وفات ہوسکتا تھا۔ (صواعق محرقۃ/ ۱۰۹، بحوالہ فتاویٰ رحیمیہ: ۲/۲۷۴)

۱۔ علم، تعزیہ، بیرک، میہندی جس طرح سے رائج ہے، بدعت ہے اور بدعت سے شوکت اسلام نہیں ہوتی، تعزیہ کو حاجت روا یعنی ذریعہ حاجت روائی سمجھنا جہالت بر جہالت ہے، اور اس سے منت ماننا حماقت اور نہ کرنے کو باعث نقصان خیال کرنا زنانہ وہم ہے، مسلمانوں کو ایسی حرکت سے باز آنا چاہئے۔ (رسالہ محرم وتعزیہ داری/ ۵۹)

۲۔ تعزیہ جس طرح سے رائج ہے، ضرور بدعت شنیعہ ہے...... یہ جو باجے، تاشے، مرثیے، ماتم، براق پری کی تصویریں، تعزیہ سے مرادیں مانگنا، اس کی منتیں مانگنا، اسے جھک جھک کر سلام کرنا، سجدہ کرنا وغیرہ بدعات کثیرہ اس میں ہوگئی ہیں، اور اب اسی کا نام تعزیہ داری ہے، یہ ضرور حرام ہے۔ (فتاویٰ رضویہ: ۹/۱۹۴ کتاب الحظر و الاباحۃ)

۳۔ تعزیہ جس طرح سے رائج ہے، یہ ایک بدعت مجمع بدعات ہے، نہ وہ روضۂ مبارکہ کا نقشہ ہے اور ہو تو ماتم، سینہ کوبی اور تاشے باجوں کے گشت اور کام میں دبانا، یہ کیا روضۂ مبارکہ کی شان ہے؟ اور پریوں اور براق کی تصویریں بھی شاید روضۂ مبارکہ میں ہوں گی؟ امام عالی مقام کی طرف اپنی ہوسات مخترعہ کی نسبت امام رضی اللہ عنہ کی توہین ہے۔ کیا توہین امام قابل تعظیم ہے؟...... تعزیہ میں کسی قسم کی امداد جائز نہیں ہے؛ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ”لا تعاونوا علی الاثم و العدوان“ طریقۂ مذکورہ ضرور فسق واتباع روافض ہے اور تعزیہ کو جائز سمجھنا فسق عقیدہ۔ (فتاویٰ رضویہ: ۹/ ۲۰۸ کتاب الحظر والاباحۃ)

۴۔ تعزیہ ناجائز ہے اور ایسی مجلس، جس میں معاذ اللہ توہین اہل بیت کرام ہو، قطعاً حرام اور ان میں شرکت ناجائز و حرام ہے۔ (فتاویٰ رضویہ: ۹/۲۵۱ کتاب الحظر والاباحۃ)

۵۔ تعزیہ رائجہ مجمع بدعات شنیعہ سئیہ ہے، اس کا بنانا اور دیکھنا جائز نہیں ہے، اور تعظیم وعقیدت سخت حرام واشد بدعت ہے، اللہ سبحانہ وتعالیٰ مسلمان بھائیوں کو راہ حق کی ہدایت فرائے۔ (فتاویٰ رضویہ: ۹/۱۸۶ کتاب الحظر والاباحۃ)

مذکورہ بالا تفصیلات سے یہ بات واضح ہوگئی کہ یوم عاشورہ کے موقع پر کیے جانے والے سارے خرافات از قبیل بدعات ہیں، جو ناجائز اور حرام ہے، جن کا شریعت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والتسلیم سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ یہ سب روافض کے شعار اور طریقے ہیں، جن کو وہ اس موقع پر انجام دیتے ہیں، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے سچی محبت وعقیدت اسی میں ہے کہ روافض کی ان تمام حرکات قبیحہ وشنیعہ سے باز آئیں، دوسروں کو بھی بچائیں، ایسی مجلسوں بالکل الگ تھلگ رہیں، کسی طرح کی مالی معاونت، چندہ وغیرہ نہ دیں، اس لیے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے ”جس نے کسی قوم کی مشابہت اختیار کی؛ یعنی میرے طریقہ کو چھوڑ کر غیروں کا طریقہ اپنایا، اس کا شمار اسی قوم میں سے ہوگا۔

”من تشبه بقوم فهو منهم“ (سنن ابی داؤد؛ کتاب اللباس) فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم

امارت شرعیہ بہار اڑیسہ وجھارکھنڈ کا ترجمان

ہفتہ وار نقیب پھلواری شریف پٹنہ

پھلواری شریف

جلد نمبر 56/66 شمارہ نمبر 34 مورخہ ۲۲؍ذی الحجہ ۱۴۳۹ھ مطابق ۳؍ستمبر ۲۰۱۸ء روز سوموار

یا للعجب!

بہت سی خبر رساں ایجنسیوں خصوصاً قطر کے الجزیرہ پریس آف کنسائنس، عرب ویب سائٹ، خلیج آن لائن اور سوشل میڈیا کے ذریعہ مسلسل اور متواتر یہ خبر آتی رہی ہے کہ امام حرم خطیب صالح الطالب کی گرفتاری عمل میں آئی ہے۔ ان کا قصور یہ تھا کہ ولی عہد محمد بن سلمان کے ذریعہ اسلامی افکار و اقدار، احکام و ہدایات کے خلاف اقدام پر خصوصاً عورتوں اور مردوں کے بے محابا اختلاط پر انہوں نے تنقید کی تھی۔ ملوکیت اور آمریت میں مزاج جی حضوری کا بنتا ہے، خوشامد اور چاپلوسی کے ذریعہ عروج حاصل کیا جاتا ہے، اور ناک کا بال وہ بنتا ہے، جسے ہاں میں ہاں ملانا آتا ہے، بلکہ ایک فارسی شاعر کا خیال ہے کہ اگر بادشاہ دن کو رات کہے تو آپ اس سے آگے بڑھ کر یہ کہیں کہ حضور! وہ دیکھیں چاند ستارے فلک پر نظر آرہے ہیں۔ حکمرانوں کے اس مزاج کی وجہ سے ملک وسلطنت کو سخت نقصانات اٹھانے پڑتے ہیں، جیسا ان دنوں سعودی عرب میں ہو رہا ہے۔ امیر شریعت رابع حضرت مولانا سید منت اللہ رحمانی نور اللہ مرقدہ کا یہ قول کہیں مطبوعہ دیکھا ہے کہ ”ملت کو سب سے زیادہ نقصان خوشامد کرنے والوں نے پہونچایا، انہوں نے صحیح صورت حال سے قائدین کو باخبر نہیں ہونے دیا اور قائدین اس خوش فہمی میں رہے کہ سب کچھ ٹھیک ٹھاک چل رہا ہے۔

سعودی عرب حرمین شریفین اور مہبط وحی ہونے کی وجہ سے مسلمانوں کی عقیدت و محبت کا مرکز ہے، وہ اپنے طریقۂ حکمرانی اور خدمات کی وجہ سے ملت اسلامیہ کے دلوں کی دھڑکن رہا ہے، الملک عبدالعزیز رحمہ اللہ سے لے کر شاہ فہد بلکہ کسی حد تک شاہ عبداللہ کے عہد میں بھی یہاں بڑی حد تک احکام الٰہی ہی حکومت کی اساس و بنیاد رہی ہے، شاہ محمد سلمان کے آنے کے بعد بھی بجا طور پر لوگوں کو یہ امید تھی کہ سعودی عرب کی داخلی پالیسی میں کوئی تبدیلی نہیں آئے گی اور امریکی سدر اوبامہ کے استقبالیہ کے موقع سے اذان سن کر ان کا نماز کے لیے اٹھ جانے نے امت کو یہ پیغام دیا تھا کہ اللہ کی عبادت کے لیے بڑے سے بڑے اور اہم کام کو چھوڑ دیا جا سکتا ہے، اور یہ کہ جب اذان ہو جائے تو صرف ایک دروازہ کھلا ہوتا ہے اور وہ ہے مسجد کا دروازہ۔

بدقسمتی سے یہ روش باقی نہیں رہ سکی، اوبامہ کے بعد ڈونالڈ ٹرمپ کی آمد نے سعودی عرب کے حکمرانوں کا قبلہ و کعبہ بدل کر رکھ دیا، ملک اندرون خانہ سازش کا شکار رہا، ولی عہد شہزادہ نائف بدل دیے گئے، اور ساری روایتوں کو بالائے طاق رکھ کر محمد بن سلمان کو ولی عہد بنایا دیا گیا، اب نام کے حکمراں بہادر شاہ ظفر کی طرح محمد سلمان ہیں، لیکن اصل حکومت ولی عہد کی ہے، جو چاہے کر گذرتا ہے، اور واقعہ یہ ہے کہ بیٹے کی جوانی اور امریکی سرپرستی کے آگے صالح باپ کے بڑھاپے نے ہار مان لی ہے، حکم ولی عہد کا چلتا ہے اور بادشاہ سلامت ربڑ کے مہر کی طرح اس پر تصدیقی دستخط ثبت کر رہے ہیں، خوش گمانی ہی کہہ لیجئے، لیکن ایسا خیال آتا ہے کہ شاید شاہ سلمان اس قسم کی بنیادی تبدیلیوں کو برضا و رغبت برداشت نہیں کر سکتے، بجبر و اکراہ کی بات دوسری ہے۔ امریکہ کی سرپرستی میں سعودی عرب مغربی آزادی کی طرف تیزی سے بڑھ رہا ہے، سنیما ہال کھل گئے ہیں، اسٹیڈیم میں مرد و عورت ایک ساتھ کھیل دیکھ سکتے ہیں، ڈرائیوری لائسنس بھی عورتوں کو دیے جا رہے ہیں، ہر قسم کی مارکیٹنگ ہو رہی ہے، اور ان تمام احکام کو ”نسیاً منسیا“ کر دیا گیا ہے جو اسلام کو مطلوب ہیں۔ اسرائیل کی کئی کمپنیاں سعودی میں کام کر رہی ہیں اور حد تو یہ ہے کہ حجاج کرام سے متعلق کئی خدمات پر وہ مامور کر دی گئی ہیں اور ملک یورپ اور مغربی روش کی آماجگاہ بنتا جا رہا ہے۔

علماء روئے زمین پر مثل چراغ ہیں، وہ شب تاریک میں قندیل روشن کرنا جانتے ہیں، ان کے فرائض منصبی میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہے، سعودی علماء کی بڑی تعداد اپنے اس فرض منصبی سے غافل نہیں ہے، وہ مختلف موقعوں سے اپنے خطاب اور مجلسی گفتگو میں اس پر نکیر کرتے رہتے ہیں، وہ خوب جانتے ہیں کہ ملوکیت میں اس قسم کی آواز سننے کا مزاج اب باقی نہیں رہا، اس لیے اب ایسی آواز پر پابند سلاسل ہونے اور قید و بند کے لیے تیار رہنا پڑے گا، یہ جانتے ہوئے بھی وہ اپنا فرض ادا کر رہے ہیں، سلام ہو ان کی عزیمت پر۔

سعودی عرب میں جس نے مغربی پالیسی کے خلاف آواز اٹھائی، اسے جکڑ دیا گیا، محمد بن سلمان کے حکم پر جون ۲۰۱۷ء سے اب تک درجنوں مساجد کے ائمہ کرام، خطباء حضرات اور اسلامی احکام پر سعودی عرب کو قائم رکھنے کے خواہش مند افراد کی گرفتاری ہو چکی ہے، کئی کے بارے میں تو یہ بھی معلوم نہیں کہ وہ کہاں ہیں، بلکہ اس دنیا میں ہیں بھی یا نہیں۔

شیخ صالح الطالب کی گرفتاری بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے، اس واقعہ کی جتنی بھی مذمت کی جائے کم ہے، ہماری آواز بہت دور نہیں جا سکتی، لیکن ہم یہ باور کرانا چاہتے ہیں کہ ہندوستانی مسلمان سعودی حکمرانوں کی اس قسم کی حرکت پر اپنی بیزاری کا اظہار کرتے ہیں، اور ان تمام لوگوں کی رہائی کو ضروری سمجھتے ہیں، جن کو اس قسم کے الزام کے تحت گرفتار کیا گیا ہے۔ سوشل میڈیا پر بعض گروپ کی طرف سے شیخ صالح کی گرفتاری کی تردید بھی کی جا رہی ہے، اگر ایسا ہے تو حکومت کو چاہئے کہ وہ امام حرم کی نماز پڑھاتے ہوئے اور عدالت میں بیان سنتے ہوئے کوئی ویڈیو فراہم کرے تا کہ اس خبر کی کلیۃً تردید ہو جائے۔

بی پی ایس سی کا ریزلٹ

بہار پبلک سروس کمیشن (بی پی ایس سی) نے ۵۹-۵۶ ویں مشترکہ مقابلہ جاتی امتحان میں کامیاب امیدواروں کے نتائج کا اعلان کر دیا ہے، کل انیس سو چودہ (۱۹۱۴) امیدواروں کو مشترکہ طور پر انٹرویو میں شامل ہونے کا اہل قرار دیا گیا تھا، جن میں سے اٹھارہ (۱۸) امیدواروں نے انٹرویو سے اپنے کو الگ رکھا، انٹرویو میں کل سات سو چھتیس (۷۳۶) امیدوار کامیاب قرار پائے، جن میں مختلف ملازمتوں کے لیے ساٹھ (۶۰) مسلم امیدوار بھی کامیاب ہوئے، جن زمروں میں مسلم امیدوار کامیاب ہوئے، ان میں انتظامی خدمات (ایڈمنسٹریٹو سروس) کے لیے بارہ (۱۲) تعلیمی خدمات (ایجوکیشن سروس) کے لیے گیارہ (۱۱)، بہار پولیس سروس کے لیے دس (۱۰)، بہار مالیاتی خدمات (بہار فائنانس سروس) کے لیے پانچ، معاون منصوبہ بندی افسر (اسسٹنٹ پلاننگ آفیسر) کے لیے تین (۳)، میونسپل اگزیکیوٹو آفیسر کے لیے سات (۷)، بحالی افسر (امپلائمنٹ آفیسر) کے طور پر دو (۲) اور سب رجسٹرار کے عہدے پر تین (۳) امیدواروں کی بحالی طے مانی جا رہی ہے۔

اس ریزلٹ کے نتیجے سے معلوم ہوتا ہے کہ ڈی ایس پی ویجی لینس اور ضلع اقلیتی فلاح افسر (ڈسٹرکٹ مائنورٹی ویلفئر آفیسر) کے طور کوئی مسلم امیدوار کامیاب نہیں ہو سکا ہے، جب کہ یہ دونوں شعبے بڑی اہمیت کے حامل ہیں، ریاست کو بدعنوانی سے پاک بنانے کی مہم میں ویجی لینس کا خاص مقام ہے، اس میں کسی امیدوار کے کامیاب نہ ہونے کی صورت میں اس محکمہ میں آئندہ مسلمانوں کی حصہ داری کم ہوگی، ملک کے موجودہ حالات میں جب برق بے چارے مسلمانوں پر گر رہی ہے، اس محکمہ میں مسلمانوں کا ہونا انتہائی ضروری معلوم ہوتا ہے، یہ ضرورت کا احساس ہمیں ہو رہا ہے، حالانکہ ملکی روایت ان شعبوں سے عمومی طور پر مسلمانوں کو دور رکھنے کی رہی ہے، راجندر سنگھ سچر کمیٹی نے ان شعبوں کی نشان دہی کی تھی، جن میں مسلمانوں کی حصہ داری صفر ہے، ان میں سے ایک محکمہ ”را“ بھی ہے، جو ملک کی بڑی خفیہ ایجنسی ہے، اور جہاں مسلمان ایک بھی نہیں ہے۔

ڈسٹرکٹ مائنورٹی ویلفئر افسر کے طور پر بھی کسی مسلم امیدوار کا کامیاب نہ ہونا افسوس ناک ہے، کیوں کہ مسلمان اس ملک کی سب سے بڑی اقلیت ہیں، جسے دوسری بڑی اکثریت سے بھی تعبیر کیا جا سکتا ہے، یہ محکمہ اقلیتوں کی فلاح و بہبود کے لیے کام کرتا ہے، گذشتہ دو دہائی سے جس طرح مسلمانوں کے مسائل سے صرف نظر کیا جاتا رہا ہے، اس میں اس شعبہ میں مسلمان افسر کا وجود لازم معلوم ہوتا ہے، تعصب زدہ اس ماحول میں اگر کوئی افسر مسلمان ہوتا ہے تو امید کی جاتی ہے کہ وہ اس سب سے بڑی اقلیت کے مسائل کی طرف نگاہ رکھے گا اور حسب موقع ان کو حق دلانے میں معاون ہوگا۔ اسے آپ خوش خیالی اور حسن ظن بھی کہہ سکتے ہیں، کیوں کہ بہت سارے مسلم قائدین اور افسران بھی مسلمانوں کے کام اور کاز کے لیے بولتے ہوئے ڈرتے ہیں کہ کہیں ان پر کمیونل ہونے کا الزام نہ لگ جائے، اس صورت حال کے باوجود عام احساس یہی ہے کہ کچھ نہ کچھ انہیں اپنے کلمہ اور خدا اور رسول سے وابستگی کا خیال رہتا ہے، گو ایسوں کی تعداد کم ہے۔

اس ریزلٹ کے بارے میں عام خیال یہی ہے کہ یہ ریزلٹ پہلے سے اچھا ہے اور ہمارے مسلم امیدواروں کی کارکردگی پہلے کی بنسبت اچھی ہوئی ہے، لیکن اب بھی وہ اس ہدف سے دور ہے، جو ہمارا رہا ہے، ہم ہمیشہ سے کم از کم ہر ملازمت میں دس فیصد کا مطالبہ کرتے رہے ہیں۔ ہمارے بچے اگر مزید محنت کریں تو آئندہ سالوں میں ہم اس ہدف کو پا سکتے ہیں، اس کے لیے سخت محنت اور جد و جہد کی ضرورت ہے، اس لیے کہ قلم جن کے ہاتھ میں ہے ان کی خواہش تمام ملازمتوں میں مسلمانوں کی حصہ داری کم سے کم کرنے کی رہی ہے، اس سازش اور منصوبہ کو ناکام کرنے کے لیے ہمیں اکسٹرا آرڈینری صلاحیت لے کر میدان میں آنا ہوگا تا کہ ہمیں کوئی دبا نہ سکے۔

سیلاب بلاخیز

کیرل سیلاب بلاخیز کی وجہ سے اپنی تاریخ کے بدترین دور سے گذر رہا ہے، بیس دنوں کی مسلسل بارش اور سیلاب کی تباہ کاری کی زد میں کیرل کے چودہ اضلاع آگئے ہیں، پانچ سو پچھتر (۵۷۵) سے زیادہ لوگ موت کی آغوش میں سما گئے ہیں، درجنوں لوگوں کا آج بھی اتہ پتہ نہیں ہے، کہ وہ کہیں کیمپوں میں ہیں یا پانی کے ریلے میں بہہ چکے ہیں، دو لاکھ مکانات منہدم ہو کر زمین بوس ہو چکے ہیں، ہندوستان کا ساتواں بڑا ایرپورٹ کوچی کے رنوے کو بڑا نقصان پہونچا ہے، تریوندرم (تری ونت پورم) ریلوے اسٹیشن بند کر دیا گیا ہے، عبوری راحت کے کاموں میں مختلف تنظیمیں سرگرم عمل ہیں، ہندوستانی افواج، این ڈی آر ایف بھی راحت رسانی کے کام میں مشغول ہیں، ایک اندازہ کے مطابق ساٹھ ہزار لوگوں کو محفوظ جگہوں تک پہونچایا گیا ہے، ایک سو بائیس ہیلی کاپٹر، دو سو ہاؤس بوٹ، ایک سو موٹر بوٹ، ایک سو بیس اسپیڈ بوٹ، اکتالیس جھنکار اور بہت ساری کشتیاں خدمت میں مصروف ہیں، اس حادثہ کا عوام کے ذہنوں پر اس قدر اثر ہے کہ سرکاری امداد سے زیادہ عوامی چندے مل رہے ہیں، وزیر اعلیٰ فنڈ میں چھ سو ستر (۶۷۰) کروڑ روپئے عوام نے اب تک جمع کر دیا ہے، ملی تنظیموں کا تعاون اس کے علاوہ ہے۔

امارت شرعیہ بہار، اڈیشہ وجھارکھنڈ کی خدمات ایسے موقعوں سے ہمیشہ وقیع رہی ہے، ہم پروپیگنڈہ سے زیادہ کام اور خدمت پر یقین رکھتے ہیں، کام عبادت کے جذبے سے کرتے ہیں اور خاموشی سے کرتے ہیں، چنانچہ امارت شرعیہ کا ایک پانچ رکنی وفد ان دنوں عبوری راحت کے لیے خطیر رقم کے ساتھ کیرل روانہ ہو گیا ہے، جہاں اسے عبوری راحت کے کاموں کے ساتھ باز آبادکاری کے لیے سروے کا کام بھی کرنا ہے، عموماً یہ ہوتا ہے کہ ساری تنظیمیں عبوری راحت کے لیے وقتی امداد دے کر مطمئن ہو جاتی ہیں، پانی اترنے کے بعد کے جو مسائل اور مشکلات ہیں ان کو حل کرنے کے لیے عمومی توجہ نہیں ہوا کرتی ہے، اور غریب و پسماندہ لوگ اس کرب کو مہینوں نہیں برسوں جھیلتے رہتے ہیں، اس کا واحد حل یہ ہے کہ عبوری راحت کے ساتھ ان کی باز آبادکاری کے کام کو منصوبہ بند انداز میں کیا جائے، مختلف ملی تنظیمیں کام کے حلقے بانٹ لیں اور باز آبادکاری کے کام کو شروع کریں تو لوگوں کی پریشانیاں دور ہوں گی۔ (بقیہ صفحہ ۹؍پر)

یادوں کے چراغ

مولانا ابرار احمد قاسمی

: ایڈیٹر کے قلم سے

باقر گنج لہیر یا سرائے، دربھنگہ جامع مسجد کے امام وخطیب، جمعیۃ علماء بہار کے نائب صدر، دربھنگہ ضلع کے صدر، یتیم خانہ دُمدُمہ دربھنگہ کے استاذ بلکہ استاذ الاساتذہ، دسیوں مدرسوں کے سرپرست، علماء وعوام ہر دو میں مقبول و معروف مولانا ابرار احمد قاسمی بن مولوی مقبول احمد بن شیخ تفضّل حسین کا ۲۵؍اگست ۲۰۱۸ء مطابق ۱۳؍ذی الحجہ ۱۴۳۹ھ بروز سنیچر بوقت پونے دو بجے دن دربھنگہ میں ان کے اپنے مکان میں انتقال ہوگیا، انا للہ وانا الیہ راجعون! وہ اکتوبر ۲۰۱۷ء سے لیور کے انفیکشن کے شکار تھے، علاج کے لیے آل انڈیا انسٹی ٹیوٹ آف میڈیکل سائنس (AIMS) دہلی تک کے چکر لگاتے رہے، دوا علاج میں کوتاہی نہیں ہوئی، لیکن موت کا علاج تو کسی کے پاس نہیں ہے، سو مولانا نے رخت سفر باندھ لیا، دربھنگہ کے نامور علماء کی مختصر سے مختصر فہرست بھی تیار کی جائے تو اس میں مولانا کا نام نامی اسم گرامی ضرور آئے گا۔ اور واقعہ یہ ہے کہ خانقاہ سمرقندیہ کے سجادہ نشیں ادارہ شرعیہ کے امین شریعت مولانا مفتی واجد الدین کے بعد دربھنگہ والوں کے لیے یہ تیسرا بڑا حادثہ ہے، حلقے عقیدت کے ان حضرات کے الگ الگ ہیں، لیکن نقصان تو دربھنگہ والوں کا ہوا، اسے ملی خسارہ کہنا چاہئے، جنازہ میں لوگوں کا ازدحام اور چہرے پر غم وافسوس کے نشانات اس ملی خسارے کے گواہ بن گئے۔

جنازہ کی پہلی نماز جامع مسجد باقر گنج لہیر یا سرائے کے سامنے ہوئی، جہاں وہ گذشتہ چالیس سالوں سے تقریباً امامت کر رہے تھے، نمازوں کی بھی اور جنازوں کی بھی، لیکن جب بعد نماز مغرب جنازہ کی نماز شروع ہوئی تو آواز تکبیر کی مولانا حسین احمد قاسمی صاحب پریم جیور دربھنگہ کی آواز گونجی، جو لوگ مولانا کی آواز چالیس سالوں سے سن رہے تھے، آبدیدہ بھی ہوئے اور گلوگیر بھی، دوسری نماز جنازہ ان کے آبائی گاؤں سیدھولی، ڈاکخانہ آنند پور، ضلع دربھنگہ میں بعد نماز عشاء ادا کی گئی، اس دوسری نماز جنازہ کی امامت سیدھولی کے حافظ مطیع الرحمٰن کے حصہ میں آئی اور سیدھولی کے مقامی قبرستان میں تدفین عمل میں آئی۔ سدا رہے نام اللہ کا

مولانا مرحوم اپنے آبائی گاؤں سیدھولی دربھنگہ میں آدھار کارڈ پر درج تاریخ کے مطابق یکم جنوری ۱۹۵۹ء میں پیدا ہوئے، والد مولوی مقبول احمد سیدھولی مکتب میں پڑھاتے تھے، چنانچہ ابتدائی تعلیم سیدھولی میں ہی اپنے والد سے حاصل کی، اس کے بعد مدرسہ رحمانیہ سوپول تشریف لے گئے، ان دنوں مدرسہ رحمانیہ سوپول بورڈ کا مدرسہ ہونے کے باوجود تعلیم وتربیت کے اعتبار سے انتہائی ممتاز تھا، وقت کے نامور علماء اور بزرگوں نے مسند درس جما رکھی تھی، بورڈ کی نحوست کے آثار وہاں نہیں دکھائی دیتے تھے، جس کی ایک بڑی وجہ ایک شخص نے یہ بتائی کہ اساتذہ کی دعائے نیم شبی، آہ سحرگاہی، تہجد کی مناجات اور ذکر واذکار کی فراوانی نے بورڈ کی نحوست کو دبا رکھا تھا۔ مولانا نے ایسے ہی باکمالوں کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیا، تعلیم بھی پائی، اور تربیت بھی، اساتذہ جن کی سانسوں سے اللہ اللہ کی فضا بنی ہوئی تھی، اور پورا ماحول اس کی نورانیت سے منور تھا، مولانا نے اس ماحول سے حسب صلاحیت واستعداد کسب فیض کیا، علم کا نور اور دل کا سرور لے کر وہاں سے لوٹے، کچھ دنوں مدرسہ امدادیہ میں بھی پڑھا، یہ نہیں معلوم ہوسکا کہ دونوں مادر علمی میں اولیت کسے حاصل ہوئی، مگر واقعہ یہ ہے کہ مولانا کی زندگی پر مدرسہ رحمانیہ سوپول سے حاصل صلاحیت وصالحیت کے نقوش نمایاں تھے۔ اسے ہر عام وخاص پیشانی کی آنکھوں سے دیکھ سکتا تھا، مولانا کے تدریسی دور کا اختتام دار العلوم دیوبند میں ہوا، جہاں سے انہوں نے دورۂ حدیث شریف کی تکمیل کی اور سند فراغت پائی۔

فراغت کے بعد مولانا نینی تال کی ایک مسجد میں امامت سے لگ گئے، چند سالوں کے بعد والد کے اصرار پر دربھنگہ چلے آئے، یہاں بھی کرم گنج کی ایک مسجد کی امامت حصہ میں آئی، مفتی محمد یحیٰ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے جامع مسجد لہیر یا سرائے کی امامت چھوڑنے کے بعد ایک ایسے عالم کی ضرورت تھی جو تقریر بھی اچھی کرتا ہو اور لوگوں کو جوڑنے میں جسے ملکہ حاصل ہو، امامت کا کام جماعت کا قیام ہے، اجتماعیت کی بقا کے لیے جوڑ کی صلاحیت مضبوط ہونا ضروری ہے، حافظ قرآن تھے، تلاوت بڑی اچھی کرتے تھے، ان صلاحیتوں کی وجہ سے ان کا انتخاب جامع مسجد لہیر یا سرائے کے امام کی حیثیت سے ہوگیا اور مولانا نے جو مسجد ومنبر کو پکڑا تو کم وبیش چالیس سال زندگی کے اس کام میں لگا دیے۔ اتنے دنوں ایک جگہ اور اتنی بڑی مسجد میں جم جانا خود ایک کرامت ہے۔ مقتدیوں کے نخرے عموماً ائمہ کو اتنی لمبی مدت تک ٹکنے نہیں دیتے، اس کا مطلب یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو تحمل وبرداشت کی صفت سے نوازا تھا، وہ صالح بھی تھے اور حلیم بھی۔ دربھنگہ میں آنے کے بعد وہ بہار اسٹیٹ مدرسہ ایجوکیشن بورڈ سے منسلک یتیم خانہ دُمدُمہ سے بھی بحیثیت استاذ جڑ گئے اور زندگی کی آخری سانس تک وہاں کے مدرس رہے، اس ملازمت کی وجہ سے درس وتدریس سے برائے نام ہی سہی تعلق باقی رہا، اور بعد کے دنوں میں جب بورڈ کے اساتذہ کی تنخواہوں میں اضافہ ہوا تو مالی طور پر بھی مولانا کو استحکام ملا۔

امامت اور تدریس کے علاوہ مولانا سماجی اور ملی کاموں میں پیش پیش رہتے تھے، وہ گذشتہ کئی سالوں سے جمعیۃ علماء بہار کے نائب صدر اور دربھنگہ ضلع کے صدر کی حیثیت سے کام کر رہے تھے، اور تنظیم میں ان کی خدمات کو باوقعت سمجھا جا رہا تھا۔ ایک بڑی تنظیم سے جڑے ہونے کے باوجود ان کے اندر ''امتیاز من وتو'' نہیں تھا، وہ امارت شرعیہ کے کاموں میں بھی حسب موقع ہاتھ بٹاتے تھے، انتقال سے چند روز قبل انہوں نے اپنے بڑے صاحبزادے اسرار احمد کو بھیج کر امارت شرعیہ کی امانت جمع کروائی تھی، جو کسی صاحب خیر نے ان کے حوالہ کیا تھا، وہ امارت شرعیہ کے وفود کے دورے اور دوسرے پروگراموں کے موقع سے ہم لوگوں کے ساتھ اسٹیج شیئر کرتے تھے اور ضروری مشوروں سے نوازتے تھے۔ راقم کم وبیش ان کا ہم عمر ہے اور ان کے گاؤں سیدھولی سے رشتہ داری کا تعلق ہے، اس لیے میرے ساتھ ان کا معاملہ کچھ زیادہ ہی شفقت کا تھا، میں جب بھی دربھنگہ جاتا، جن چند لوگوں سے ملنا ضروری سمجھتا، ان میں ماسٹر صفی الرحمٰن، حاجی زبیر احمد، عبد المنان طرزی، ڈاکٹر مشتاق احمد (بقیہ صفحہ ۹؍پر)

آئین اور انصاف کا تقاضہ ہے کہ ملک میں سو فیصد ریزرویشن ہو!

ظہیر الدین صدیقی

ملک کا دستور یہ کہتا ہے کہ ملک کا ہر شہری قانون کی نظر میں یکساں ہے، اسی دستور میں اس بات کی یقین دہانی کرائی گئی ہے کہ ملک میں مذہب، نسل، ذات، جنس یا مقام پیدائش کی بنیاد پر کسی شہری کے ساتھ کوئی امتیاز نہیں کیا جائے گا، جب کہ بنیادی حقوق کے باب میں اس بات کی بھی ضمانت دی گئی ہے کہ عوامی روزگار کے معاملے میں ہر شخص کو برابری کے یکساں مواقع میسر ہوں گے، یہ دستور کے وہ بنیادی حقوق ہیں جو دفعہ ۱۴، ۱۵ اور ۱۶ کے تحت درج ہیں، اب اگر ان بنیادی حقوق کا عملی جائزہ لیا جائے تو ہم پاتے ہیں کہ آزادی کے ۷۰؍برسوں میں حکومتوں کے ذریعہ بار بار ان حقوق کی پامالی ہوئی ہے، ملک کا ہر شہری قانون کی نظر میں یکساں ہے؛ لیکن عملی طور پر یہ بات مشاہدے میں آتی ہے کہ امیر وغریب کے لیے قانون کے پیمانے الگ بنا لئے گئے ہیں، بارسوخ افراد قانون شکنی کر کے بھی باعزت زندگی گزار رہے ہیں اور کمزور طبقات کو معمولی لغزش پر بھی قانونی کارروائیوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے، بارہا خود مرکزی اور ریاستی حکومتیں مذہب، نسل، ذات اور مقام پیدائش کی بنیاد پر بھی شہریوں کے ساتھ امتیازی سلوک کی مرتکب ہوتی رہی ہیں، اسس کی بہترین یا بدترین مثال 1950 کا وہ حکومتی حکم نامہ ہے، جس میں اس بات کی وضاحت موجود ہے کہ اگر کوئی شیڈول کاسٹ کا شخص دیگر مذہب قبول کرتا ہے تو اسے شیڈول کاسٹ ہی تصور کیا جائے گا، لیکن اگر وہی شخص اسلام مذہب قبول کرتا ہے تو وہ درج فہرست ذات سے خارج تصور کیا جائے گا، ہماری سمجھ میں آج تک یہ بات نہیں آئی کہ جو شخص بودھ، ہندو یا عیسائی مذہب قبول کرتا ہے تو شیڈول کاسٹ باقی رہتا ہے، لیکن جیسے ہی اس نے اسلام مذہب قبول کیا، وہ تمام مراعات سے محروم ہوجاتا ہے تو کیا اسلام مذہب قبول کرتے ہی اس کی معاشی، سماجی اور تعلیمی پسماندگی یکدم ختم ہوجاتی ہے؟ جب مراعات کا پیمانہ کسی شخص کی پسماندگی ہی ہے تو پھر چاہے وہ کسی مذہب میں رہے، اس کی پسماندگی تو بہر حال قائم رہے گی؛ لیکن حکومت نے اس بات کو اہمیت نہیں دی اور ایک حکم نامہ کے ذریعے ان افراد کو تمام مراعات سے محروم کر دیا جو کسی وجہ سے مذہب اسلام کو اپنے لیے پسند کرتے ہیں، یہ مذہبی تعصب کی بدترین مثال ہے، جو آئینی حقوق کو پامال کرتی ہے، اسی طرح اونچی ذات اور نچلی ذات کے بیچ بھی واضح امتیاز برتا جاتا ہے، آج بھی لاکھوں دلت اور پچھڑے طبقات کو مندروں میں جانے اور کنویں کا پانی پینے کی بھی اجازت نہیں ہے، جہاں تک روزگار میں یکساں مواقع فراہم کرنے کی بات ہے، وہاں بھی ہم دیکھتے ہیں کہ آزاد ہندوستان میں سات دہائیاں گزر جانے کے بعد بھی تمام شہریوں کو یکساں مواقع میسر نہیں ہیں۔ ۲۰۰۸ء میں اقلیتی وزارت کی جانب سے یکساں مواقع کمیشن قائم کرنے کے لیے پروفیسر ڈاکٹر مادھون مین کی صدارت میں ماہرین کی ایک گروپ کو یہ ذمہ داری دی گئی تھی کہ وہ یکساں مواقع کمیشن کا ڈھانچہ، دائرہ کار اور اس کے کام کاج کے سلسلے میں تفصیلی جائزہ رپورٹ حکومت کو پیش کرے، اس گروپ نے نہ صرف بڑی عرق ریزی سے اس پر کام کیا، بلکہ ایک مسودہ بل بھی پیش کیا تھا، لیکن حکومت نے اپنے ہی ذریعے قائم کردہ اس گروپ کی سفارشات کو ٹھنڈے بستے کی نذر کر دیا، آج جب ملک کے مختلف حصوں سے مختلف برادریاں، طبقات اپنی پسماندگی کو لے کر احتجاج کر رہے ہیں اور ہر کوئی اپنے لیے ریزرویشن کی مانگ کر رہا ہے، کبھی راجستھان سے گجر آواز اٹھاتے ہیں اور اپنی مانگ کو لے کر اس قدر مشتعل ہوجاتے ہیں کہ پورا نظام زندگی ٹھپ ہوجاتا ہے، کبھی گجرات سے پاٹیدار سماج اٹھتا ہے اور ریزرویشن کا مطالبہ کرتا ہے، کبھی مہاراشٹر کا مراٹھا سماج اپنے لیے ریزرویشن کی مانگ کو لے کر نہ صرف شدید احتجاج کرتا ہے؛ بلکہ اس کے نوجوان خودکشی کر رہے ہیں، کل اور کوئی سماج اسی مانگ کو لے کر اٹھے گا اور پرسوں کوئی اور ریزرویشن کی مانگ کرے گا۔

جمہوریت میں ہر کسی کو اس بات کا حق ہے کہ وہ اپنے مطالبات پیش کرے اور اس کے لیے جدوجہد کرے؛ لیکن کیا یہ ممکن ہے کہ ہر سماج کو ریزرویشن دیا جائے؟ سپریم کورٹ کے فیصلے کے مطابق ۵۲؍فیصد کی انتہائی حد طے کر دی گئی ہے، اب جو کچھ بھی دینا ہے، اس میں سے دینا ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ کسی کے کوٹہ میں سے کم کیا جائے اور کسی کو اڈجسٹ کیا جائے، ہم سمجھتے ہیں کہ یہ مسئلے کا حل قطعی نہیں ہے، دستور کے بنیادی حقوق کی روشنی میں اس مسئلے کا بہترین حل یہ ہے کہ ملک میں سو فیصد ریزرویشن کی پالیسی اپنائی جائے، سابق وزیر اعلیٰ اتر پردیش محترمہ مایاوتی نے کبھی یہ نعرہ دیا تھا کہ ''جس کی جتنی سنکھیا بھاری اس کی اتنی حصہ داری''، ہر طبقے کو اس کی آبادی کے تناسب سے ریزرویشن دیا جانا چاہیے۔ اگر ایسا ہوتا ہے تو اس کے بہت مثبت اثرات ہوسکتے ہیں:

(۱) ملک میں قومی یکجہتی کو فروغ ملے گا۔

(۲) ملک کا کوئی طبقہ محروم یا پسماندہ نہیں رہے گا۔

(۳) ہر طبقے کی ہر میدان میں مناسب نمائندگی ہوگی۔

(۴) مناسب نمائندگی کی وجہ سے کسی طبقے کے ساتھ تعصب اور ناانصافی نہیں ہوگی۔

(۵) مذہبی عصبیت کا خاتمہ ہوگا۔

(۶) لوگ دوسرے طبقوں کا احترام کریں گے۔

(۷) اخوت اور بھائی چارے کے جذبات پیدا ہوں گے، جس سے ملک میں سالمیت برقرار رہے گی۔

(۸) نفرتیں محبت میں بدل جائیں گی۔

(۹) ہر سماج کو ترقی کے یکساں مواقع نصیب ہوں وغیرہ وغیرہ، بہت سارے فوائد گنائے جاسکتے ہیں، اس کی فہرست بہت طویل ہے۔ (بقیہ صفحہ ۹؍پر)

ہندوستان پر مسلمانوں کے احسانات

محمد عبداللہ بن شمیم ندوی

ہندوستان ایک مذہبی ملک ہے،اس کی مٹی میں مذہب شامل ہے؛لیکن دنیا کے دیگر مذاہب کی طرح سناتن دھرم کو بھی تحریف کا شکار بنایا گیا اوراس میں ایک خدا کے ساتھ کروڑوں دیوی دیوتاؤں کو شریک ٹھہرادیا گیا، ہندوستان پر مسلمانوں کا سب سے بڑااحسان یہ ہے کہ انہوں نے یہاں کے باشندوں کوان کے مالک حقیقی کا صحیح تعارف کرایا اورخدا کا پیغام بنا کسی تفریق کے معاشرے کے ہر طبقہ میں سنایا،مسلمانوں نے ہندوستانیوں کووہ بھولا ہواسبق یاددلایا جواسلام کے پہلے پیغمبر حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تک ہر نبی سنا کر گیا تھا،مشہور مؤرخ ڈاکٹر ایم پانکر لکھتے ہیں:’’اور یہ بات تو واضح ہے کہ اس عہد میں ہندو مذہب پر اسلام کا گہرا اثر پڑا، ہندوستان میں خدا پرستی کا تصور اسلام کی بدولت ہی پیدا ہوا اوراسی زمانے کے مذہبی پیشواؤں نے اپنے دیوتاؤں کا نام چاہے جوبھی رکھا،خدا پرستی کی ہی تعلیم دی،یعنی خدا ایک ہے، وہی عبادت کے لائق ہے،اسی کے ذریعہ نجات مل سکتی ہے۔مسلمانوں کے پیغام توحید نے لاکھوں دلوں کواسلام سے منور کیا، لاکھوں لاکھ کفروشرک سے تائب ہوئے،مسلمانوں کے اثر سے ہندوقوم میں بہت سے مصلح کھڑے ہوئے اورقوم کو بت پرستی سے نکالنے کی کوشش کی، چنانچہ بھگت کبیر اور گرونانک نے ایک خدا کی عبادت پر زور دیا،شری شنکر آچاریہ، دیانند جی اور رامانند نے بت پرستی کے خلاف آواز اٹھائی،سکھ مت،آریہ پریوار،بابامنشن سمیت دسیوں تحریکات مسلمانوں کی ہی مرہون منت ہیں۔

اخوت ومساوات: مسلمانوں کا دوسرا برا احسان یہ ہے کہ انہوں نے اجتماعی ومعاشرتی زندگی میں اخوت ومساوات کا تصور ایسے وقت میں پیش کیا کہ یہاں اونچ نیچ اورذات پات کی وبا پھیلی ہوئی تھی، چنانچہ مسلمانوں کے پیش کردہ اس تصور مساوات نے رائج الوقت طبقاتی نظام کی جڑیں کھوکھلی کردیں اورملک بھرمیں اس ظالمانہ طبقاتی تقسیم کے خلاف ردعمل شروع ہوگیا،آج جوتمام طبقات معاشرے میں ایک دوسرے کے شانہ بشانہ شریک ہیں، یہ سب مسلمانوں کا ہی احسان ہے، ورنہ منونے تو یہاں تک لکھا ہے کہ جوادنیٰ ترین ذات کا آدمی اعلیٰ ترین ذات کے آدمی کے برابر بے ادبی سے بیٹھ جائے تواس کے پچھلے حصہ پر نشان لگا کر راجہ یا تواس کوملک بدر کردیتا، یا پھراس کی سرین کٹوادیتا۔

آج ہندوستان میں جس قدر اظہار رائے کی آزادی ہے، مسلمانوں کی دین ہے، ورنہ یہاں اونچے طبقہ سے بغاوت کی سزا موت تھی ،منواسمرتی کا قانون ہے کہ ایک شودر اگر دویج کی شان میں گستاخی کرے تواس کی زبان کاٹ دی جائے؛ کیوں کہ وہ برہما کے حصہ اسفل سے پیدا ہوا ہے،لیکن اسلام نے پورا نظام ہی بدل دیا، پنڈت جواہر لعل نہرو لکھتے ہیں: اسلام کی آمد ہندوستان کی تاریخ میں کافی اہمیت رکھتی ہے،اس نے ان خرابیوں کو جو ہندوستانی سماج میں پیدا ہوگئی تھیں، یعنی ذات کی تفریق اورچھوت چھات اورانتہائی درجہ کی خلوت پسندی، ان سب کو بالکل آشکارا کردیا،اسلام کے اخوت کے نظریے اورمسلمانوں کی عملی مساوات نے ہندوؤوں کے ذہن میں بڑا اثر ڈالا ، وہ لوگ جو ہندوسماج میں برابری کے حق سے محروم تھے،اس سے بہت متاثر ہوئے ۔اپنی مسلم دشمنی کے باوجود انگریز مؤرخ ڈاکٹر سرولیم ہنٹراس حقیقت کا اعتراف کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ہندؤوں نے دہانۂ گنگا کی قدیم قوموں کوکبھی اپنی برابری میں شامل نہیں کیا،مسلمانوں نے جملہ انسانی مراعات کو برہمنوں اوراچھوتوں دونوں کے سامنے یکساں طور پر پیش کیا،ان پرجوش مبلغوں نے ہرجگہ پیغام سنایا کہ ہرشخص کوخدائے بزرگ وبرتر کی بارگاہ میں جھک جانا چاہیے،خدائے واحد کے سامنے تمام انسان برابر ہیں اورمٹی کے ذروں کی طرح سب کواللہ نے پیدا کیا ہے۔

عدل وانصاف کا قیام:مسلمانوں کا یہ بہت بڑااحسان ہے کہ انہوں نے مختلف طبقات اورمختلف مذاہب کے لوگوں کوآپس میں شیروشکر کردیا،ان کے دور میں عوام خوشحال تھے اورپورے ملک میں امن وامان قائم تھا،اس کی بنایدوجہ مسلم حکمرانوں کا عدل وانصاف تھا، وہ مظلوم کی فریادرسی کرتے اوراس کوانصاف دلاتے، جہانگیر نے اپنے آگرہ کے قلعے کے باہر فریادیوں کے لیے ایک زنجیر لٹکا رکھی تھی، جس کوزنجیر عدل کہاجاتا تھا،فریادی دن رات میں کسی بھی وقت اس کوکھینچتا اوراسی وقت اس کی فریادرسی کی جاتی، جہانگیر نے تمام نشہ آور اشیاء پر پابندی لگادی تھی، اورنگ زیب نے اس میں اورسختی سے کام لیا۔شیرشاہ سوری کا یہ عمل تھا کہ اگرکسی علاقہ میں ڈاکہ زنی ہوجاتی تو اس نقصان کی تلافی اس کے قرب وجوار کے علاقے والے کیا کرتے کہ ان کی موجودگی میں ڈاکوؤں کی جرأت کیسے ہوئی،اس قانون کی بدولت عوام خودایک دوسرے کے محافظ بن گئے اوررہزنی کا مکمل خاتمہ ہوگیا،ایک مرتبہ شیرشاہ سوری کے سپاہی نے کسی کے کھیت کی بالی توڑ لی،شیرشاہ کوعلم ہوا تواس کی ناک چھدواکراس میں اس بالی کو پرودیا۔اورنگ زیب نے پہلی مرتبہ محکمۂ احتساب قائم کیا جوملک میں برے کاموں کی روک تھام کرتا تھا،اس نے شاہی خاندان کے تمام لوگوں پراس بات کا شکنجہ کس رکھا تھا کہ ان میں سے کوئی بھی عوام کے ساتھ زیادتی نہیں کرسکتا تھا۔

عورتوں کے حقوق کی بازیابی:ایک بڑااحسان جومسلمانوں نے کیا، وہ عورتوں کی عزت اورخاندان انسانی کے ایک باعزت فرد اورمرد کی رفیقۂ حیات اورگھر کی مالکہ کے طور پراس کے حقوق کا اعتراف تھا،مسلمانوں کی آمد سے قبل عورتوں کے ساتھ غیراخلاقی اورغیرانسانی سلوک کیا جاتا تھا،غلاموں کی طرح لوگ اپنی بیویوں کوبھی فروخت کردیتے تھے، چنانچہ مہابھارت کے مطابق کوروؤں نے جوے میں اپنی بیویوں کو پانڈوں کے پاس رہن رکھ دیا تھا،جنہیں بعد میں وہ ہار بیٹھے تھے، ہندوستانی معاشرے میں عورت انتہائی ذلیل سمجھی جاتی تھی ،شوہر کی موت کے بعدستی ہوکرجل جانا ہی اس کووفاداری کی سند دلاسکتا تھا، ورنہ بیوہ عورت نہ تو دوسرا نکاح کرسکتی تھی اورنہ معاشرہ میں عزت سے رہ سکتی تھی۔ ہندومذہبی کتب کے ماہر جناب کے ایم سنت صاحب لکھتے ہیں: عورتوں سے غیراخلاقی حرکتیں کروائی جاتی تھیں، بیوہ کی زندگی جانور سے بدتر ہوجاتی تھی ، نہ تواس کونکاح ثانی کا حق تھا اورنہ ہی وہ معاشرہ میں چین وسکون سے زندگی گزارسکتی تھی ، بلکہ وہ اپنی سسرال والوں کی نظر میں منحوس قرار پاتی تھی ،ایسے جہالت بھرے ماحول میں جب مسلمان ہندوستان آئے تواسلام کی تعلیمات سے لوگوں کوآشنا کیا، چنانچہ ہندو معاشرہ کی ان مہیب اورلرزہ خیز رسومات کی اصلاح میں مسلم حکمرانوں کا بڑا کردار ہے،مشہور سیاح ڈاکٹر برنیر جومسلمانوں کے شروعاتی دور میں ہندوستان آیا تھا، لکھتا ہے: آج کل پہلے کے مقابلے ستی کی تعداد کم ہوگئی ہے، کیوں کہ مسلمان جواس ملک کے فرمانروا ہیں،اس وحشیانہ رسم کو نیسب ونابود کرنے کی حتی المقدور کوشش کررہے ہیں،لیکن ان علاقوں میں جہاں کے صوبہ دار مسلمان نہیں؛ بلکہ ہندو ہیں، یہ رسم اب بھی موجود ہے۔مسلمانوں کی انہیں کوششوں کے نتیجہ میں یہاں کے مختلف طبقات میں بیداری آئی اورانہوں نے عورتوں کے حقوق کوتسلیم کیا۔

مذہبی ومعاشرتی اصلاح: مسلمانوں نے ہندوؤں کے تہذیب وتمدن میں بڑا اصلاحی کام کیا،جس سے ان کے اعتقادات تبدیل ہوی اوروہ ان پرانے معاشرتی قیدوں سے آزاد ہوگئے،جن میں وہ مسلمانوں کی آمد سے قبل تک جکڑے ہوئے تھے، جیسے کے وہ طرح طرح کے توہمات کے شکار تھے،مثلا بلی کا راستہ کاٹنا، چوڑیوں کا ٹوٹنا،سندور کا گرجانا، گھر کی چھت پر الو یا کوے کا بیٹھنا وغیرہ، یہ سب ان کے نزدیک اپشکون کی علامات تھیں،اگرکسی کے ساتھ اس طرح کا کوئی واقعہ ہوجاتا تواس کے پیروں تلے زمین نکل جاتی اوروہ سخت پریشانی میں مبتلا ہوجاتا،اسی طرح پجاریوں نے بہت سے ایسے واقعات عوام میں رائج کررکھے تھے،جن کی کوئی اصل نہیں تھی اوران کے رونما ہونے پرصرف پجاری ہی ان کے برے اثرات کوزائل کرسکتے تھے،اس کے لیے وہ لوگوں سے منہ مانگی رقمیں وصول کیا کرتے تھے،مسلمانوں نے عوام کوان توہماتی فریب سے نکالا اورحقیقت حال سے واقف کرایا۔

ڈاکٹر تاراچند لکھتے ہیں:مسلمانوں کی آمد کے بعد ہندوستان میں ایک نیا مخلوط تمدن پیدا ہوا، ہندوآرٹ، ہندوادب ، ہندوسائنس اور ہندوطب نے اسلامی اثرات قبول کرنے شروع کئے ، ہندوکلچراور ہندوذہنیت میں بھی تبدیلی پیدا ہوئی ،مہاراشٹر، پنجاب، گجرات اور بنگال کے مذہبی پیشواؤں نے پرانے اعتقادات کی بہت سی باتوں کوتسلیم کرنے سے انکار کردیا،مسلمانوں کے اثرات سے نہ صرف ہندوستان کی اقتصادی زندگی بلکہ یہاں کی معاشرت اورسیاست میں بھی کافی انقلابات پیدا ہوئے ،اسلام کی معاشرتی زندگی جمہوریت پرمبنی ہے اورمسلمانوں میں نسل اورخاندان کو بہت زیادہ اہمیت نہیں دی گئی ،اس سے ہندوبھی متأثر ہوئے اورانہوں نے معاشرتی بندوں توڑ کرمساوات پیدا کرنے کی کوششیں شروع کیں۔

خارجی دنیا سے ہندوستان کے روابط :مسلمانوں کی آمد سے قبل خارجی دنیا سے ہندوستان کا رابطہ بہت محدود تھا؛لیکن مسلمانوں نے خارجی دنیا سے بہت وسیع پیمانے پر رابطے قائم کئے ، ہندوستان اپنے بہترین کپڑے ، چینی کے برتن ، کاغذ اوراناج دنیا کے مختلف ممالک کو درآمد کرنے لگا ، عالمی تجارت میں ہندوستان نے اچھا رول ادا کیا ، جس کی بدولت دنیا بھر میں ہندوستان عزت کے نام سے یاد کیا جانے لگا ، ہندوستان کے کپڑوں کی شہرت کا عالم یہ تھا کہ یورپ سے جاپان تک لوگ اپنے یہاں کے کپڑوں کو ہی بھول گئے ، یہاں کا سونا کافی مشہور ہوا اوراس کی ایسی کثرت ہوئی کہ ہندوستان سونے کی چڑیا کے نام سے پہچانا جانے لگا ، سلطان محمد بن شاہ گجراتی کے دور میں یہاں روزگار کے مواقع اس قدر بڑھ گئے کہ ایران وسمرقند کے معمار اورفنکار جوق درجوق یہاں کا رخ کرنے لگے ، عرب دنیا سے ہندوستان کا رشتہ تو بہت قدیم تھا ؛لیکن یہاں مسلمانوں کے اقتدار کی باعث یہ رشتہ اٹوٹ ہوگیا اورنہ صرف تجارتی طور پر بلکہ اعتقادی طور پر بھی عرب وہند تعلقات نہایت مضبوط ہوگئے ، ہرسال لاکھوں حاجی عرب کا سفر کرنے لگے۔

ایک متحدہ عظیم ہندوستان کی تشکیل :مسلمان جب یہاں آئے توپورا ہندوستان چھوٹے چھوٹے علاقوں میں منقسم تھا ، ہر علاقہ کا الگ راجہ ہوا کرتا ، جس کی اس علاقہ میں خودمختار حکومت ہوتی ، یہ راجہ آپس میں لڑتے رہتے اورایک دوسرے کی حکومت پر قبضہ کے درپے رہتے ، مسلمان حکمرانوں نے ان تمام علاقوں کو فتح کرکے ایک عظیم ہندوستان کی بنیاد رکھی ، وہ یہ اچھی طرح جانتے تھے کہ ہندوستان کی ترقی ہندومسلم اتحاد کے بغیر ناممکن ہے ، اس لیے انہوں نے ہندومسلم اتحاد کے ہرممکن کوشش کی ، چنانچہ شیرشاہ سوری نے اپنی فوج کے بندوقچوں میں اکثر تعداد ہندوؤں کی رکھی ، اکبر نے مسلم راجپوت اتحاد کی عظیم مثال پیش کی ، اس نے راجپوت راجاؤں کو اپنی فوج میں شامل کیا اورانہیں بڑے بڑے عہدے دیئے ، اس نے ہندوستان کے سیاسی اتحاد کے لیے مسلمانوں کو ہندی علوم وفنون اور ہندوؤں کو مسلم علوم وفنون سے قریب کرنے کی کوششیں کیں ، اورنگ زیب ہندوستان کے تمام دوردراز علاقوں کومتحد کرنے میں کامیاب ہوگیا ، اس زمانہ اک ہندوستان تاریخ برصغیر کا سب سے عظیم ملک تھا۔

عسکری احسانات :مسلمانوں نے ہندوستان کی فوج کوخوب ترقی دی ، اسے طاقتوراور منظّم کیا ، انہوں نے ہندوستان کا بحری بیڑہ تشکیل دیا ، ہندوستانی فوج میں توپوں کا باقاعدہ استعمال ابراہیم لودھی نے شروع کیا ، حیدرعلی اورسلطان ٹیپو نے راکٹ ایجاد یا ، امریکی خلائی کمپنی ناسا میں حیدرعلی اورسلطان ٹیپو کا نام راکٹ کے موجدین کی حیثیت سے آج بھی درج ہے ، ٹیپوسلطان نے ہی یہاں جہازسازی کی بنیاد ڈالی اوراس کے بڑے بڑے کارخانے بنوائے۔انہوں نے پانی سے چلنے والا انجن ایجاد کیا ، حالیہ ہندوستان کو میزائل لیس کرنے والے اورملک کوایٹمی طاقت بنانے والے سائنسدان اے پی جے عبدالکلام بھی مسلمان تھے۔

ترکی- خلافت عثمانیہ کی راہ پر

محمد نفیس خاں ندوی

اگست 1897ء میں بیسل (سویزرلینڈ) میں پہلا عالمی صہیونی اجلاس منعقد ہوا، اس موقع پر تھیوڈر ہرزل نے عالمی صہیونی تحریک کی بنیاد رکھی، اس تحریک کے بنیادی واولین مقاصد میں فلسطین میں یہودیوں کی آبادکاری شامل تھی، تھیوڈر ہرزل نے مغربی طاقتوں کی تائید کے بعد خلیفہ عبدالحمید ثانی سے ملاقاتیں کیں اور 1896 سے 1902 کے درمیان پانچ مرتبہ خلیفہ کے دربار میں حاضر ہوا، ابتدائی ملاقاتوں میں اس بات کا اظہار کیا کہ اگر سلطنت عثمانیہ یہودی مہاجرین کو پناہ دے تو وہ سلطنت کے ماتحت رہیں گے اور اپنے کاروبار کے ذریعہ بڑی رقم ٹیکس کی مد میں بھی دیں گے، سلطان عبدالحمید نے یورپ میں مظالم سہنے والے یہودی مہاجرین کی سلطنت میں آنے پر آمادگی ظاہر کی، مگر اس شرط کے ساتھ کہ ان تمام کو کسی ایک جگہ پر نہیں دکھا جائے گا؛ بلکہ وہ ملک کے مختلف علاقوں میں آباد کئے جائیں گے، تھیوڈر ہرزل کا اصل مقصد یہودیوں کی ایک ایسی بڑی کمپنی کا قیام تھا، جو ضرورت پڑنے پر جتنی چاہے زمین خرید سکے، تاکہ ان کے خفیہ ارادوں کی تکمیل ممکن ہو، چنانچہ اس نے سلطان کی اس شرط کو قبول کرنے سے انکار کردیا اور اس طرح اس کے اور سلطان کے مابین معاہدہ طے نہ ہوسکا۔ ہرزل نے اپنی آخری ملاقات میں سلطان کو خطیر رقم کی پیش کش بھی کی اور کہا کہ اگر آپ بیت المقدس اور فلسطین میں ہمیں جگہ دے دیں تو ہم خلافت عثمانیہ کا سارا قرضہ اتار دیں گے اور مزید کئی ٹن سونا بھی دیں گے۔ یہ وہ وقت تھا جب سلطنت عثمانیہ بحران کا شکار ہوچکی تھی، مالی حالت خستہ تھی، قرض کا بوجھ بڑھ چکا تھا، خلافت کی بنیادیں ہل چکی تھیں اور عالمی سطح پر اس کا وزن گھٹ چکا تھا، ایسی صورتحال میں ایک خطیر رقم کی پیش کش اس کی معاشی صورت حال میں بہتری اور قرضوں ادائیگی کے لیے بڑی اہمیت رکھتی تھی اور سلطان کی اولین ترجیحات میں سے ایک سلطنت کی معاشی حالت کو بہتر کرنا بھی تھا، مگر سلطان عبدالحمید نے صہیونیوں کے عزائم بھانپتے ہوئے اس پیش کش کو یہ کہتے ہوئے ٹھکرادیا کہ میں زمین کا ایک فٹ ٹکڑا بھی نہیں بیچ سکتا؛ کیوں کہ یہ میری نہیں؛ بلکہ عوام کی ملکیت ہے، میری رعایا نے یہ سلطنت اپنے خون سے حاصل کی ہے اور خون ہی سے اس کی آبیاری کی ہے، اس سے پہلے کہ ہم اسے اپنے ہاتھ سے جانے دیں، ہم دوبارہ اسے اپنے خون سے ڈھانپ لیں گے۔

ترکی کی اس گئی گزری حالت میں بھی اس خلیفہ نے اپنی دینی غیرت اور اسلامی حمیت کا ثبوت دیا، اگرچہ اس کے بعد سے ہی ترکی کے خلاف سازشوں کا ایک سلسلہ شروع ہوگیا، یہودی لابی نے مسیحی وسائل کا بھرپور استعمال کیا اور اپنی دانست میں یورپ کے اس مرد بیمار کی آخری سانسیں بھی چھین لیں، چنانچہ 1918 میں پہلی عالمی جنگ کے اختتام نے ترکی کی شکست وریخت پر مہریں ثبت دیں، برطانیہ کی سربراہی میں فاتح قوتیں ترکی کے بڑے حصے پر قابض ہوگئیں اور پھر فاتح اور مفتوح کے درمیان رسوا کن شرطوں کے ساتھ ایک ظالمانہ معاہدہ ہوا، جسے معاہدہ لوزان کے نام سے جانا جاتا ہے، یہ معاہدہ پورے سو سال پر محیط ہے۔ معاہدہ لوزان کا انعقاد سوئزرلینڈ کے ایک شہر لوزان میں 24 جولائی 1923 کو اتحادیوں اور ترکی کے درمیان طے پایا تھا، اس معاہدہ کی رو سے ترکی کے ہاتھ پاؤں باندھ دیئے گئے اور ترکی اگلے سو سال کے لیے اس معاہدہ پر عمل درآمد کا پابند قرار پایا، معاہدہ کی دفعات اور ان دفعات میں پوشیدہ یورپ کی مسلم دشمنی بھی ملاحظہ ہو:

(۱) اسلامی خلافت ختم کی جائے گی اور اس کی جگہ سیکولر ریاست قائم ہوگی۔

(۲) عثمانی خلیفہ کو ان کے خاندان سمیت ملک بدر کیا جائے گا۔

(۳) خلافت کی تمام مملوکات ضبط کرلی جائیں گی، جن میں سلطان کی ذاتی املاک بھی شامل ہوں گی۔

(۴) ترکی پٹرول کے لیے نہ اپنی سرزمین پر اور نہ ہی کہیں اور ڈرلنگ کرسکے گا، اپنی ضرورت کا سارا پٹرول اسے امپورٹ کرنا ہوگا۔

(۵) باسفورس عالمی سمندر شمار ہوگا اور ترکی یہاں سے گذرنے والے کسی بحری جہاز سے کسی قسم کا کوئی ٹیکس وصول نہیں کرے گا۔

واضح رہے کہ باسفورس کی سمندری کھاڑی بحر اسود، بحر مرمرہ اور بحر متوسط کا لنک ہے اور اس کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ یہ عالمی تجارت میں ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھنے والی نہر سویز کے ہم پلہ قرار دی جاتی ہے۔ اس معاہدہ کے ساتھ ہی خلافت عثمانیہ کی بساط لپیٹ دی گئی اور افریقہ، ایشیا اور یورپ تک پھیلی ہوئی عظیم سلطنت بندر بانٹ کا شکار ہوگئی، یورپ کے علاقے چھین لیے گئے، عراق، اردن اور فلسطین برطانیہ کے کنٹرول میں چلا گیا، شام، لبنان، الجزائر اور لیبیا فرانس کے قبضہ میں آئے، اناطولیہ اور آرمینیا کو ترکی سے کاٹ کر آزاد ملک بنادیا گیا، خلیفہ کی ملک وبیرون ملک جائیدادیں ضبط کرلی، اسی پر بس نہیں، خلیفہ کی معزولی کا پروانہ لے کر اس صہیونی لیڈر ہرزل کو بھیجا گیا جسے خلیفہ نے فلسطین کے مطالبہ پر اپنے دربار سے دھتکار کر نکالا تھا، صہیونیوں کی جانب سے یہ لہراتا وہ خنجر تھا، جو خلافت کی قبا چاک کرتا ہوا فلسطین کے سینے میں اتر گیا۔

چاک کردی ترک ناداں نے خلافت کی قبا
اپنوں کی سادگی دیکھ اوروں کی عیاری بھی دیکھ

مبصرین کی نظر میں اسلامی تاریخ کے سانحوں میں سب سے دردناک اور کرب انگیز سانحہ شاید 1923 میں خلافت عثمانیہ کے خاتمہ کا ہے، ترکی میں خلافت قائم تھی، وہ جیسی بھی تھی، مسلمانوں کے اتحاد اور ان کی مرکزیت کا عنوان تھی، یہی وجہ تھی کہ ہندوستان کے مسلمان بھی خلافت عثمانیہ کے خاتمے پر تڑپ اٹھے، متحدہ ہندوستان کی گلیاں اور بازار تحریک خلافت کے پرہجوم جلسوں اور پرجوش نعروں سے گونج اٹھے، یہ عجیب تاریخی منظر تھا کہ ایک طرف ترک نیشنلزم اور قومیت عربیہ کا ہتھیار عالم اسلام کے حصے بخرے کرنے اور خلافت عثمانیہ کو بکھیرنے کے لیے پوری قوت کے استعمال کیا جارہا تھا، انہی دنوں جنوبی ایشیاء میں قومی راہنماؤں مولانا محمد علی جوہر، مولانا شوکت علی، مولانا ابوالکلام آزاد، حکیم محمد اجمل خاں، ڈاکٹر مختار احمد انصاری، ڈاکٹر سیف الدین کچلو، چودھری افضل حق، مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی، مولانا ظفر علی خاں اور امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری جیسے علما وقائدین خلافت عثمانیہ کو بچانے کے لیے سرگرم عمل تھے اور وہ برطانوی حکومت سے خلافت عثمانیہ کے خاتمہ کی مہم روک دینے کا مطالبہ کررہے تھے، اس دور کا یہ نعرہ آج بھی پرانے لوگوں کے کانوں میں گونج رہا ہے کہ بولی اماں محمد علی کی، جان بیٹا خلافت پہ دے دو، اس مہم میں بڑی حد تک گاندھی اور نہرو بھی تحریک خلافت کی حمایت میں تھے اور کھلے طور پر اس کا ساتھ دے رہے تھے، یہ تحریک خلافت برصغیر میں سیاسی تحریکات کی ماں ثابت ہوئی، جس کی کوکھ سے آزادی ہند کی سیاسی تحریکات نے جنم لیا۔

بہرحال مذکورہ شرائط پر عمل کرتے ہوئے دنیا کو ایک نئے ترکی سے متعارف کرایا گیا، اس نئے ترکی کی سیاسی باگ ڈور مغربی ایجنٹ مصطفیٰ کمال اتاترک کے ہاتھوں تھمادی گئی، پھر ساری دنیا نے دیکھا کہ خلافت عثمانیہ کے خاتمے کے بعد ترکی میں نوجوان ترکوں کا غلبہ شروع ہوگیا، یہیں سے Young Turks کی اصطلاح نکلی، جنہوں نے مصطفیٰ کمال پاشا کی قیادت میں اسلام پسندوں پر مظالم ڈھائے، علما کا قتل عام کیا، نماز کی ادائیگی اور تمام اسلامی رسومات پر پابندی لگادی، عربی زبان میں خطبہ، اذان اور نماز بند کردی گئی، مساجد کے اماموں کو پابند کیا گیا کہ وہ ترک زبان میں اذان دیں، نماز ادا کریں اور خطبہ پڑھیں، اسلامی لباس اتروا کر عوام کو یورپی کپڑے پہننے پر مجبور کیا گیا، مصطفیٰ کمال پاشا اور اس کے ساتھی نوجوان ترکوں نے ترکی میں اسلام کو کچلنے کے لیے جتنی خوشی کا مظاہرہ کیا اور مسلمانوں کو جتنا نقصان پہنچایا، اس کی مثال روس اور دیگر کمیونسٹ ملکوں کے علاوہ شاید کہیں اور نہ ملے۔

کمال اتاترک نے ترکی کو بچانے کے نام پر برطانیہ کے مطالبہ پر نہ صرف خلافت سے دستبرداری اختیار کی تھی، بلکہ شریعت اسلامیہ اور مذہبی شعائر کو بھی پوری طرح مسخ کردیا تھا، جس کا تسلسل 1938 تک قائم رہا۔

دوسری جنگ عظیم کے بعد عوام کو کچھ جمہوری آزادیاں نصیب ہوئیں، سیاست میں اتاترک کی ری پبلک پارٹی ہی کے بطن سے ڈیموکریٹک پارٹی نے جنم لیا اور عدنان میندریس کی قیادت میں دو پارٹی نظام اور دستوری حکومت کا یک گونہ آغاز ہوا، جس کے نتیجے میں عوام کو اپنے دینی اور تہذیبی جذبات کے اظہار کا کچھ موقع ملا، دینی شعائر پر جو پابندیاں تھیں، وہ کچھ کم ہوئیں، اذان عربی زبان میں بحال ہوئی، قرآن اور دینی کتب سے رجوع بڑھا، دینی مدارس کا احیا اسکول کی شکل میں ہوا اور اس طرح ترکی نے اپنی شناخت کی طرف تک سفر نو کا آغاز کیا۔ اسلامی بیداری کی ان کرنوں کی وجہ سے ترکی کے سیکولر نظام میں دراڑیں پڑنے لگیں اور اسے خطرے کی گھنٹی سمجھتے ہوئے ملک کی سیکولر قوتوں نے (جن کے چار ستون: فون، بیوروکریسی، عدالت اور میڈیا تھے) مغربی اقوام کی مدد سے ترکی کی خود اپنی دینی اور تہذیبی شناخت کے خلاف ایک نئی کش مکش اور تصادم کو فروغ دیا، جس نے ملک کے امن وسکون کو غارت کردیا، عدنان میندریس کے خلاف فوجی بغاوت ہوئی اور انہیں پھانسی پر لٹکا دیا گیا۔

1923 سے 1997 تک کے نظریاتی کش مکش کے اس دور میں عدنان میندریس کے چند سالہ شعلے کے علاوہ جن دو شخصیات نے تاریخ کے رخ کو موڑنے کا کام کیا، ان میں سب سے نمایاں بدیع الزماں سعید نورسی (1879ء- 1960ء) اور نجم الدین اربکان (1926ء-2011ء) ہیں، سعید نورسی نے شروع میں اتاترک کا ساتھ دیا، لیکن جب اتاترک نے سیکولرزم اور مغرب کی تقلید کا راستہ اختیار کیا، قومیت کے سیکولر تصور کو قوت کے ذریعے مسلط کرنے کی کوشش کی اور اسلام کو اجتماعی زندگی سے بے دخل کرنے کا ایجنڈا شروع کیا تو سعید نورسی نے اسے چیلنج کیا اور قید وبند کی صعوبتیں جھیلیں، لیکن اسلام کی بنیادی دعوت اور پیغام کو زندہ رکھا اور تصوف کے سلسلہ نقشبندی کے فروغ، دینی مدارس کے قیام اور اپنے خطوط اور تحریروں کے ذریعہ اسلام کی شمع کو روشن اور عام آبادی کو دین سے وابستہ رکھنے کی خدمت انجام دی۔ نجم الدین اربکان نے ان دعوتی اور روحانی کوششوں کو اپنے انداز مین مضبوط اور مستحکم کرنے کے ساتھ دین کے اجتماعی زندگی میں کردار کے احیا کو اپنا مشن بنایا اور نہایت مشکل حالات میں بڑی حکمت ودانش مندی اور صبر واستقامت کے ساتھ ترکی کو اس کی دینی اور تہذیبی شناخت کے احیا اور امت مسلمہ سے ایک بار پھر جڑ کر طاقت کی نئی قوت کے حصول کے راستے پر ڈالا، اس کے ساتھ انہوں نے ترکی کو مغرب کی سیاسی، معاشی اور تہذیبی غلامی سے نکال کر خود انحصاری اور ملت اسلامیہ سے دوبارہ جڑنے اور مربوط ہونے کے نئے تاریخی سفر کا آغاز کیا۔

1995 میں ہونے والے انتخابات میں نجم الدین اربکان کی رفاہ پارٹی نے ملک کے 21 فیصد ووٹ حاصل کرلیے اور ایک دوسری جماعت کے ساتھ شراکت میں حکومت قائم کرلی، ترکی کے ایوان نمائندگان نے آپ کو اپنا قائد ایوان منتخب کیا، عدنان میندریس شہید کے بعد ترکی کے ایوان اقتدار میں پہلا اسلام پسند مرد جری داخل ہوا، آپ نے ترک عوام کو معیار زندگی بلند کرنے کی خاطر اہم کثیر الجہتی اقدامات کئے، آپ کی معتدل مزاجی اور فراست کا کرشمہ یہ ہے کہ آپ نے ترک سیاست کا محور سیکولرزم سے اسلام میں تبدیل کردیا، ترک فوج کے سیکولر پسندوں کو آپ کی؛ بلکہ دوسرے الفاظ میں اسلامی طرز حکمرانی کی تیزی سے بڑھتی ہوئی مقبولیت کہاں گوارا ہوسکتی تھی، انہوں نے صرف ایک سال بعد ہی اپنے خبث باطن کا مظاہرہ کرتے ہوئے آپ کی حکومت ختم کردی، اس بار آپ کے عملی سیاست میں حصہ لینے پر بھی پابندی عائد کردی گئی۔ نجم الدین اربکان کے بعد ترکی کی حکومت میں اسلامی روح پھونکنے کا کارنامہ موجودہ صدر حافظ رجب طیب اردغان نے انجام دیا۔ (بقیہ صفحہ ۱۰ پر)

واجپئی اور وی ایس نائپال کے نظریات

آکار پٹیل

گذشتہ ہفتے ۲/بڑی شخصیات کا انتقال ہوا، ان دونوں ہی کے بارے میں کئی باتیں لکھی جا چکی ہیں، دنیا بھر میں خاص طور پر ہندوستان میں دنیا سے رخصت ہو جانے والوں کے بارے میں اچھی باتیں لکھنے اور کہنے کی روایت ہے۔ تاہم ہر انسان میں کچھ نہ کچھ خامی ضرور ہوتی ہے اور ہمیں یہ بات قبول بھی کرنی چاہئے۔

اس جملے کی روشنی میں ہمیں دنیا سے رخصت ہونے والے ان دونوں افراد کی زندگی کے مختلف پہلوؤں پر نظر ڈالنی چاہئے، ان دونوں میں سب سے زیادہ دل چسپ مصنف وی ایس نائپال ہیں، ان کا سرنیم ودیادھر ہے اور ان کا تعلق ٹرینیڈاڈ سے ہے، یہ ایک ایسی جگہ ہے جس کے بارے میں ہندوستانیوں نے سنیل نارائن اور دنیش رام دین جیسے ہندوستانی نژاد کرکٹروں کی وجہ سے سنا ہے۔ ان افراد کے اجداد کا تعلق بہار سے تھا جو ۱۵۰/سال قبل ویسٹ انڈیز ملازمت کی تلاش میں گئے تھے، جہاں وہ گنے کے کھیتوں میں کام کیا کرتے تھے، انہیں محدود مدت کے لیے ویسٹ انڈیز بلایا گیا تھا، تاہم جب ان کی مدت کار ختم ہوگئی تو ان کے پاس ہندوستان واپس لوٹنے کے لیے سرمایہ نہیں تھا، چنانچہ انہوں نے وہیں زندگی گذارنے کا فیصلہ کیا۔ وی ایس نائپال کسی بھی ہندوستانی زبان سے نابلد تھے، لیکن انہیں اسپینش اور انگریزی پر عبور حاصل تھا، وہ اپنے خاندان کی جڑوں سے واقف تھے، انہوں نے آکسفورڈ سے تعلیم حاصل کرنے کے بعد بی بی سی لندن میں ملازمت شروع کر دی تھی، اپنے ۲۰/کے دہے میں انہوں نے ناول اور ٹراویل بکس (سفرنامے) لکھنا شروع کیا، ان میں انہوں نے مختلف ثقافتوں کے تضاد کا احاطہ کیا۔ ان کا مشاہدہ غیر معمولی تھا، وہ کسی چیز کا بغور مطالعہ کر کے اس کی جڑوں تک پہونچ جاتے تھے، تاہم نائپال نے لکھا تھا کہ ''ہندوستانیوں کا مشاہدہ اتنا تیز نہیں ہے، ہندوستانی جب دنیا کے دیگر ممالک کا دورہ کرتے ہیں تو وہ کسی دیہاتی کی طرح نظر آتے ہیں، جو اپنی اور دیگر ممالک خاص طور پر مغربی ممالک کی ثقافت میں فرق نہیں کر پاتے۔ اس کے علاوہ دنیا کو دیکھنے کا ان کا نظریہ یکسر مختلف ہے۔'' انہوں نے یہ مقالہ ایسے ہندوستانیوں کی مدد سے لکھا تھا جو اب دنیا میں نہیں رہے ہیں، ۶۰ء کے عشرے میں جب وہ ہندوستان آئے تھے تو حیرت زدہ رہ گئے تھے کہ یہ ملک اتنا گندہ اور سمٹا ہوا کیوں ہے؟ ہندوستان پر ان کی پہلی کتاب ''این ایریا آف ڈارک نیس'' میں اس وقت کے ہندوستان کا احاطہ کیا گیا ہے، وہ ہندوستان آ کر اس لیے حیرت زدہ رہ گئے تھے کہ ان کے والدین اور رشتہ داروں نے ان کے سامنے ہندوستان کا خوبصورت خاکہ پیش کیا تھا، جو کسی ''ونڈر لینڈ'' سے کم نہیں تھا، نائپال نے کہا تھا کہ ''این ایریا آف ڈارک نیس'' لکھنا مشکل کام تھا۔

ملک کے بیشتر افراد نے نائپال کی کتاب نہیں پڑھی ہے، میڈیا میں اس کتاب کو منفی کوریج دیا گیا اور ہندوستان میں جنہوں نے بھی یہ کتاب پڑھی تھی وہ نائپال کو پسند نہیں کرتے تھے۔ اس مصنف سے لوگ اس طرح واقف تھے، نائپال نے ہم پر الزام عائد کیا تھا کہ ہندوستانی پڑھتے نہیں ہیں، انہوں نے دعویٰ کیا تھا کہ ہندوستانی گاندھی جی اور جواہر لعل نہرو پر اپنا نظریہ ضرور پیش کرتے ہیں لیکن انہوں نے کبھی ان کی سوانح نہیں پڑھی ہیں۔ بامبے کے مشہور شاعر نسیم ایزیکل نے نائپال کی کتاب ''این ایریا آف ڈارک نیس'' کے جواب میں ''نائپالس انڈیا اینڈ مائن'' نامی مضمون لکھا تھا، اس کے بعد نائپال نے اپنے مقالے کو مزید بڑھایا، جس میں یہ نتیجہ اخذ کیا گیا کہ ہندو اندھے تھے اور اپنے اندر کی آواز کو دبا کر رکھتے تھے۔ ہندوستان پر صدیوں اسلامی حکومت ہونے کے سبب ان کا مشاہدہ کمزور ہو گیا تھا۔ ہندوؤں کی جانب سے بابری مسجد کو شہید کرنے کی تحریک کو نائپال نے خوش آئیند قرار دیا تھا، اس تشدد نے ہندوؤں میں نئی روح پھونک دی تھی۔ نائپال کے اسی نظریے کے سبب بہت سے ہندوستانی انہیں ناپسند کرتے تھے۔ یہ سچ ہے کہ بغیر کسی ثبوت کے وہ اپنی حمایت نہیں پیش کر سکتے تھے اور اس معاملہ میں ان کے پاس مشاہداتی ثبوت بھی نہیں تھے۔

گذشتہ ہفتے سابق وزیر اعظم اٹل بہاری واجپئی بھی اس دنیا سے رخصت ہوئے، انہیں آج ایک بہترین انسان کے طور پر دیکھا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ وہ اپنی پارٹی کے دیگر افراد سے مختلف تھے، واجپئی سیاسی حلقے کے دیگر لوگوں ہی کی طرح تھے، وہ ایسے سیاسی اور ثقافتی اسکول سے تعلق رکھتے تھے، جن کا بنیادی کام اقلیتوں کو نشانہ بنانا ہے۔ انہیں اعتدال پسند سمجھا جاتا ہے، ان کے دور میں ۳/اہم مسائل: بابری مسجد کی شہادت، جموں کشمیر کی آئینی خودمختاری اور ہندوستانی مسلمانوں کے پرسنل لاء کو ختم کرنے پر فیصلہ کیا گیا تھا۔ ایل کے ایڈوانی کے ساتھ مل کر انہوں نے ان تینوں چیزوں پر جارحانہ انداز میں عمل کیا، آزادی کے چالیس سال تک قومی سطح کی سیاست سے مذہب غائب تھا، مگر انہوں نے سیاست میں مذہبی جذبات کو شامل کر دیا، سیاست میں مذہب کو شامل کرنے کا سہرا ایل کے ایڈوانی اور اٹل بہاری واجپئی کے سر بندھتا ہے۔ واجپئی اپنا ایک نظریہ رکھتے تھے، اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ بھی ہندوتوا کے حامی تھے، تاہم وہ تشدد سے احتراز کرتے تھے، اس لیے وہ اپنی پارٹی کے لیے غیر مناسب سمجھے جاتے تھے۔ واجپئی کی اسی دوہری شخصیت کے سبب این ڈی اے کے پہلے دور حکومت میں گائے کے نام پر تشدد نہیں برپا ہوا۔ واجپئی بھی گائے کی حفاظت کرنا چاہتے تھے، مگر وہ سڑکوں پر تشدد کے قائل نہیں تھے، اس تضاد کے سبب لوگ انہیں پسند کرتے تھی اور یہی وجہ ہے کہ جارج فرنانڈیز اور ممتا بنرجی نے ان کے ساتھ حکومت بنائی تھی۔

۲۰۰۲ء میں واجپئی کی حیثیت کا اندازہ اس وقت ہوا جب انہوں نے گجرات کے وزیر اعلیٰ کو ان کے عہدے سے برطرف کرنے کی کوشش کی، جب کہ پارٹی کے اراکین نے انہیں ایسا کرنے کی اجازت نہیں دی۔ جذباتی نظریات رکھنے والے کسی بھی ادارے میں تعمیری ذہنیت رکھنے والے افراد کمزور ہوتے ہیں، جب کہ شدت پسند طاقتور۔ واجپئی اور ایل کے ایڈوانی نے ایسے ہی نظریات کو فروغ دیا، جسے واجپئی نے نہیں سمجھا، مگر وی ایس نائپال سمجھ گئے۔ (بحوالہ روزنامہ انقلاب)

واجپئی کی شخصیت کے دو رخ

حسن کمال

انسان خوبیوں اور خامیوں کا مرکب بنایا گیا ہے۔ سابق وزیر اعظم، جن سنگھ اور بھاتیہ جنتا پارٹی کے بنیادی معمار واجپئی بھی انسان ہی تھے۔ ہاں ان کے بارے میں یہ ضرور کہا جا سکتا ہے کہ اگر بی جے پی کے بعض نیتاؤں سے ان کا مقابلہ کیا جائے تو انہیں یقیناً دیوتا کہا جا سکتا ہے۔ آج کے بعض نیتا تو گفتار اور کردار میں بالکل راکشش نظر آتے ہیں۔ میری اٹل بہاری واجپئی سے چند ہی ملاقاتیں ہو سکی تھیں، زیادہ تر ملاقاتیں محض سلام و دعا تک محدود تھیں، ان کے وزیر اعظم بننے کے بعد میری ان سے کوئی ملاقات نہیں ہوئی، بس دو ملاقاتیں ایسی تھیں جو یاد رکھنے کے قابل تھیں اور اچھی طرح یاد بھی ہیں۔

یہ واقعہ ۱۹۶۷ء کا ہے، میں ان دنوں اردو بلٹز کا سب ایڈیٹر تھا، کیرل میں صوبائی الیکشن میں اپنی پارٹی کے امیدواروں کے لیے پرچار کرنے کے بعد واجپئی ممبئی میں رکے تھے، اس وقت کے ایک مقبول اور کثیر الاشاعت ہندی پندرہ روزہ 'دھرم یگ' میں ان کا ایک طویل انٹرویو شائع ہوا تھا، انٹرویو دھرم یگ کے ایڈیٹر دھرم ویر بھارتی کی اہلیہ محترمہ پشپا بھارتی نے لیا تھا۔ انٹرویو میں دوسری باتوں کے علاوہ اردو کے بارے میں ان کے خیالات جاننے کی کوشش کی گئی تھی، اردو کس کی زبان ہے؟ اس سوال کے جواب میں انہوں نے کہا تھا کہ اردو کوئی ملک گیر پیمانے کی زبان نہیں ہے، اردو تو شمالی ہندوستان کے کچھ مسلمانوں کی زبان ہے، انٹرویو زبردست بحث و مباحثہ کا موضوع بنا رہا، کیوں کہ آزادی کے بعد پہلی بار کسی اہم سیاسی لیڈر نے یہ 'فتویٰ' دیا تھا کہ اردو مسلمانوں اور وہ بھی شمالی ہندوستان کے کچھ مسلمانوں کی زبان ہے۔ ہمیں یقین ہے کہ اگر 'دھرم یگ' کے مذکورہ سال کے شمارے دیکھے جائیں تو یہ انٹرویو مل جائے گا، اس انٹرویو کی اشاعت کے کچھ عرصہ بعد ایک دن لکھنؤ میں یوپی کے سرکاری گیسٹ ہاؤس کے کینٹین میں میری واجپئی سے ملاقات ہوگئی، اس زمانے میں وہ ایک مقبول اور مشہور لیڈر ضرور سمجھے جاتے تھے، لیکن ابھی بڑے لیڈر ہونے سے کچھ دور تھے، میں نے انہیں ان کا انٹرویو یاد دلایا اور اردو کے بارے میں ان کی خیال آرائی کا بھی تذکرہ کیا۔ انہیں اپنی کہی ہوئی بات یاد آ گئی، میں نے ان کے خیال کی تردید کرنے کی کوشش کرتے ہوئے پنڈت رتن ناتھ سرشار سے لے کر بلراج اور سریندر پرکاش تک اردو کے تمام افسانہ نگاروں اور پنڈت دیا شنکر نسیم سے لے کر نریش کمار شاد تک تمام شاعروں کے نام گنا دیے اور ان سے کہا کہ ان میں سے تو کوئی بھی شمالی ہندوستان کا مسلمان نہیں تھا۔ وہ اپنی مخصوص ادا سے مسکرائے اور کہا 'ٹھیک کہتے ہو' مگر اردو ان میں سے کسی کی بھی مادری زبان نہیں تھی، ان کی مادری زبانیں پنجابی یا ڈونگری تھیں، میں نے تڑ سے جواب دیا کہ واجپئی جی پھر آپ سب نے ان پنجابی ہندوؤں کی بات کیوں مان لی، جنہوں نے مردم شماری میں اپنی مادری زبان ہندی لکھوائی تھی، جب کہ ان کی مادری زبان پنجابی تھی؟ میں نے کہا کہ میں نے جو نام گنائے ہیں ان سے سب نے اردو ہی کو اپنی زبان مانا تھا۔ وہ اٹھے، میرا کاندھا تھپتھپایا اور کہا ''میں اردو کا ورودھی نہیں ہوں، اردو بہت سندر بھاشا ہے۔'' اور آگے بڑھ گئے۔ لیکن مجھے یقین ہو گیا کہ وہ دانشور سے زیادہ بڑے سیاست داں ہیں، وہ غلطی تسلیم کرنا نہیں چاہتے تھے، آج بھی شمالی ہندوستان میں کروڑوں افراد ایسے ہیں جن کی مادری زبان بھوجپوری، چھتیس گڑھی یا کوئی اور بولی ٹھولی ہے، لیکن چونکہ انہوں نے اظہار خیال کے لیے ہندی بھاشا کا انتخاب کیا ہے، اس لیے ان کی زبان ہندی ہی مانی جاتی ہے۔

دوسری یادگار ملاقات اس وقت ہوئی جب ایمرجنسی کے خاتمے اور عام انتخابات کے انعقاد کا اعلان ہوا تھا، اس وقت تک میں اردو بلٹز کا ایڈیٹر بنایا جا چکا تھا، ایک دن اچانک چپراسی نے آ کر مطلع کیا کہ کرنجیا صاحب نے مجھے اور ہندی بلٹز کے ایڈیٹر نند کشور کمار نوٹیال کو، جو بفضل خدا اب بھی زندہ ہیں، اپنے کیبن میں طلب کیا ہے، ہم وہاں پہونچے تو دیکھا کہ وہاں جارج فرنانڈیز، اٹل بہاری واجپئی اور دو ایک حضرات پہلے ہی سے موجود ہیں، کرنجیا صاحب کھڑے تھے، اور ان کا چہرہ غصہ سے سرخ ہو رہا تھا، ہم دونوں کے داخل ہوتے ہی وہ انگریزی میں بولے ''یہ دونوں حضرات تم دونوں اور اردو، ہندی بلٹز کی مدد مانگنے آئے ہیں۔'' جارج فرنانڈیز کو شاید فوراً احساس ہوا کہ انہوں نے صرف اردو، ہندی بلٹز کا نام لے کر غلطی کی تھی، اس لیے انہوں نے جلدی سے کہا 'نہیں نہیں روسی (کرنجیا صاحب اسی نام سے پکارے جاتے تھے) ایسی بات نہیں ہے، بات یہ ہے کہ ایمرجنسی کے زمانے میں ہم لوگوں کو یوپی اور مدھیہ پردیش کی کئی جیلوں میں رکھا جاتا رہا، ہم نے نوٹ کیا کہ ان جیلوں میں اردو اور ہندی بلٹز ہر ہفتہ پابندی سے آتا ہے اور قیدی بھی انہیں پڑھتے ہیں، اور خبروں پر باتیں بھی کرتے ہیں۔'' واجپئی جی نے دخل دیتے ہوئے کہا ''انگریزی بلٹز نہ ہوتا تو یہ دونوں بلٹز پیدا ہی نہ ہوئے ہوتے، دراصل ہم ملک کے چھوٹے سے چھوٹے طبقہ تک اپنی بات پہونچانا چاہتے ہیں، اس لیے ہم نے اردو اور ہندی بلٹز کی بات کہی، رہا انگریز بلٹز تو وہ تو جو ہمیں یقین دلا چکے ہیں کہ وہ ہمارے ساتھ ہے۔'' کرنجیا صاحب کا غصہ کچھ ٹھنڈا ہوا، شاید انہیں یہ احساس بھی ہوا کہ اردو اور ہندی بلٹز انگریزی بلٹز سے الگ بھی اپنی پہچان بنا چکے ہیں۔ چائے وغیرہ کے بعد کرنجیا صاحب کو کسی میٹنگ میں جانا تھا، وہ معذرت کر کے چلے گئے، ہم لوگوں میں بات چیت جاری رہی، میں نے واجپئی جی کو بتایا کہ میں اور نوٹیال کسی نہ کسی طرح ایمرجنسی کے عتاب سے بچ بچا کر اپنی حد تک ایمرجنسی کی جتنی بھی ممکن ہو سکی نکتہ چینی کرتے رہے۔ میں نے واجپئی جی کو ایمرجنسی کے خلاف لکھی گئی اپنی غزل ''ٹوٹ چکا ہے گمان باقی ہے'' بھی سنائی، ہم نے ان سب کو پوری مدد کا یقین دلایا۔ یقیناً یہ ایک یادگار ملاقات تھی۔ ان ملاقاتوں سے قطع نظر اٹل بہاری واجپئی کی ساری سیاسی زندگی میری نگاہ میں رہی، انہیں دوہری شخصیت والا تو نہیں کہا جا سکتا، لیکن ان کی شخصیت کے کم سے کم دو رخ بہر حال تھے، ایک رخ یہ تھا کہ وہ آر ایس ایس کے وفادار پرچارک تھے وہ کہا کرتے تھے کہ اگر ان کی شخصیت سے آر ایس ایس کو جدا کر دیا جائے تو وہ بے شناخت ہو کر رہ جائیں گے۔ اسی کے ساتھ انہوں نے وہ تمام عادات پال رکھی تھیں، جو آر ایس ایس کے پرچارک کے لیے ممنوع ہی نہیں 'پاپ' سمجھی جاتی تھیں۔ علاوہ ازیں آر ایس ایس ڈکٹیٹر شپ کے فلسفہ پر قائم ہے، واجپئی قطعی آمریت پسند نہیں تھے، وہ دوسروں کی بات سنتے تھے، اگر ٹھیک سمجھتے تھے تو مان بھی لیا کرتے تھے، سب سے بڑی بات یہ ہے کہ وہ دوسروں سے مشورہ لینا توہین نہیں سمجھتے تھے، اس کا سبب یہ تھا کہ ان کی پارلیمانی سیاست کی تربیت جن لوگوں کے سائے میں ہوئی تھی، وہ سب جمہوریت پسند اور جمہوریت نواز تھے، ان کی شخصیت کا ایک دل چسپ رخ یہ تھا کہ وہ جواہر لال نہرو کی سیاست اور ان کے سیاسی نظریات کے سخت نکتہ چیں تھے۔ لیکن ان کے تحت الشعور پر پنڈت نہرو کی شخصیت رچی بسی ہوئی تھی، وہ نہرو کی سیاست کو ناپسند کرتے تھے، لیکن ان کی شخصیت سے عشق کرتے تھے، یہ بات بلا خوف تردید کہی جا سکتی ہے کہ پاکستان کی طرف انہوں نے جو رویہ اختیار کیا، اس کی ہمت شاید ان کا کوئی ہم عصر سیاست داں نہیں کر سکتا تھا۔ (بحوالہ روزنامہ انقلاب)

اخبارِ جہاں

سید محمد عادل فریدی

ٹرمپ کی بیوی وہائٹ ہاؤس میں یرغمال؛ طلاق لینے کا فیصلہ

امریکی صدر ڈونالڈ ٹرمپ کے خلاف آئے روز جنسی اسکینڈل سامنے آرہے ہیں، جس سے دل برداشتہ ہوکر ٹرمپ کی بیوی ملانیا نے ٹرمپ سے طلاق لینے کا فیصلہ کیا ہے، امریکہ کے صدر ٹرمپ کی سابق معاون اومروسانیومین کا کہنا ہے کہ ٹرمپ نے خاتون اول میلانیا کو یرغمال بنا رکھا ہے اور دھمکی دی ہے کہ اگر طلاق لی تو ملک بدر کردیں گے، وہائٹ ہاؤس کی سابق ملازم اومروسا نے یہ بڑا انکشاف اپنی کتاب ''ان ہنجڈ'' میں کیا ہے کہ خاتون اول میلانیا وہائٹ ہاؤس میں یرغمال ہیں، اومروسا کا کہنا ہے کہ وہ صدر ٹرمپ سے طلاق لینا چاہتی ہیں، لیکن ٹرمپ نے انہیں دھمکی دی ہے کہ وہ ان کو ڈی پورٹ کردیں گے۔ اومروسا نے یہ بھی کہا ہے کہ ٹرمپ کے عہدے کی مدت ختم ہوتے ہی ملانیا طلاق لے لیں گی۔ (بحوالہ روزنامہ انقلاب)

کچھ حکمرانوں کو اپنے در پر ضرورت مندوں کی بھیڑ دیکھ کر خوشی ملتی ہے: سلطان محمد بن راشد المکتوم

متحدہ عرب امارات کی جانب سے سیلاب سے متاثر کیرل کی مدد کی پیش کش کو حکومت ہند کی طرف سے ٹھکرانے پر دبئ کے سلطان محمد بن راشد المکتوم نے مرکز کی مودی حکومت پر طنز کیا ہے، حالانکہ انہوں نے مودی حکومت کا نام نہیں لیا، لیکن انہوں نے کہا ہے کہ کچھ حکمرانوں کو اپنے در پر ضرورت مندوں کی بھیڑ دیکھ کر خوشی ملتی ہے۔ کئی دنوں سے یہ بحث زوروں پر ہے کہ ہندوستان نے سیلاب سے بری طرح متاثر کیرالہ کی مدد کے لئے یواے ای کی سات سو کروڑ روپے کی مدد ٹھکرادی ہے، اسے لے کر ایک تنازعہ بھی کھڑا ہوگیا ہے اور سوشل میڈیا پر لوگ کسی بھی آفت کی صورت میں غیر ملکی مدد لینے کے قوانین بھی پیش کررہے ہیں۔ اسی تنازعہ اور بحث کے درمیان اتوار کی رات دبئ کے سلطان محمد بن راشد المکتوم نے دو ٹویٹ کئے، عربی زبان میں کئے گئے دونوں ٹوئٹس میں انہوں نے لکھا کہ ماڈل حکمران کس طرح ہونے چاہئے، پہلے ٹوئٹ میں سلطان نے لکھا: ''زندگی نے مجھے سکھایا کہ حکمران دو قسم کے ہوتے ہیں؛ پہلی قسم ان حکمرانوں کی ہے جو نیکی کی کلید ہوتے ہیں، لوگوں کی خدمت کرنا پسند کرتے ہیں، انہیں لوگوں کی زندگی کو آسان بنانے میں خوشی ملتی ہے، ایسے حکمرانوں کا تجزیہ ان کی طرف سے کئے جانے والے کاموں سے ہوتا ہے، ان کی عملی کامیابی لوگوں کی زندگیوں کو تبدیل کرنا اور ان کے لئے بند دروازوں کو کھولنا ہے، وہ ہمیشہ مشکلات اور مسائل کو حل کرتے ہیں اور ہمیشہ لوگوں کی بھلائی کے بارے میں سوچتے ہیں، دوسری طرح کے حکمران وہ ہوتے ہیں جو اچھائیوں اور اچھی چیزوں پر رکاوٹ لگاتے ہیں، لوگوں کی زندگی کو مشکل بنادیتے ہیں، ان کی زندگی کی سہولتیں کم کرتے ہیں، بات بات میں قانون اور قواعد وضوابط کا حوالہ دیتے ہیں، ایسے حکمرانوں کو اپنے دروازے اور دفتر پر ضرورت مندوں کو کھڑا دیکھ کر خوشی ملتی ہے۔'' انہوں نے یہ کہہ کر اپنے ٹوئٹس کو ختم کیا کہ وہی حکومتیں کامیاب ہوتی ہیں جنہیں پہلی قسم کے حکمران چلاتے ہیں اور ان کی تعداد دوسرے قسم کے حکمرانوں سے زیادہ ہوتی ہے۔ سلطان محمد بن راشد المکتوم دبئ کے سلطان ہی نہیں ہیں، بلکہ وہ متحدہ عرب امارات کے نائب صدر اور وزیر اعظم بھی ہیں، سلطان کے ان ٹوئٹس پر بہت سارے لوگوں کا خیال ہے کہ انہوں نے مودی حکومت پر طنز کیا ہے۔ سلطان نے اس سے پہلے بھی کیرالہ سیلاب کو لے کر ٹوئٹ کیا تھا اور لوگوں سے اس مصیبت کے وقت کیرالہ کی مدد کرنے کی اپیل کی تھی، انہوں نے ملیالم اور انگریزی دونوں زبانوں میں ٹوئٹ کرکے کہا تھا کہ عیدالاضحیٰ کے موقع پر کیرالہ کے اپنے بھائیوں کی مدد کرنا نہ بھولیں، انہوں نے کہا تھا کہ یواے ای اور بھارتی کمیونٹی کیرالہ میں لوگوں کی مدد کے لئے متحد ہوں گے اور اس کے لئے ایک کمیٹی بنائی گئی ہے تاکہ مدد فوراً شروع ہوسکے، انہوں نے یہ بھی کہا تھا کہ کیرل کے لوگوں نے یواے ای کی کامیابی میں بڑا کردار ادا کیا ہے، ایسے میں ہماری ذمہ داری ہے کہ ہم وہاں کے لوگوں کی مدد کریں۔ (بحوالہ قومی آواز)

مسجد اقصیٰ پر مسلمانوں کے سوا کسی اور قوم کا حق نہیں: فلسطین

فلسطینی محکمہ اوقاف اور مذہبی امور کی طرف سے جاری ایک بیان میں کہا گیا ہے کہ قبلہ اول پر مسلمانوں کے سوا کسی اور قوم کا کوئی حق نہیں۔ قبلہ اول کو نقصان پہنچا تو اس کا ذمہ دار اسرائیل ہوگا۔ مسجد اقصیٰ کا 144 دونم کا رقبہ خالص قبلہ اول کے لیے وقف ہے جسے کسی دوسرے مقصد کے لیے استعمال نہیں کیا جاسکتا اور نہ ہی اس پر کسی دوسری قوم کا کوئی حق ہے۔ فلسطینی محکمہ اوقاف کی طرف سے یہ بیان اسرائیلی حکام کی طرف سے اس اقدام کے ردعمل میں جاری کیا گیا ہے جس میں صہیونی حکام نے پولیس سے یہودی آبادکاروں کو قبلہ اول پر دھاووں سے روکنے اور تلمودی تعلیمات کے مطابق مذہبی رسومات کی ادائیگی سے منع کرنے کی وضاحت طلب کی ہے۔ وزارت اوقاف کے بیان میں کہا گیا ہے کہ مسجد اقصیٰ صہیونی ریاست کے کسی قانون کی پابند نہیں اور نہ ہی صہیونی ریاست کو قبلہ اول پر کوئی اختیار حاصل ہے۔ قبلہ اول پر صرف قانون ربانی نافذ ہوتا ہے اور وہی قانون ہے جس مسجد اقصیٰ کے اسلامی تشخص کی بقاء کا ضامن ہے۔ بیان میں خبردار کیا گیا ہے کہ مسجد اقصیٰ کے بارے میں صہیونی ریاست کے تمام قوانین اور فیصلے ناقابل قبول ہیں۔ انہوں نے خبردار کیا ہے کہ انتہا پسند یہودی آبادکاروں کو قبلہ اول پر دھاووں کی اجازت دینا مذہبی جنگ چھیڑنے کے مترادف ہے۔ (یواین آئی)

نیدرلینڈ: دھمکیوں اور خطرات کے سبب پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے خاکوں کا مقابلہ منسوخ

اسلام مخالف رجحانات رکھنے والے نیدرلینڈز کے قانون ساز کو اپنے نظریات کے سبب قتل کی دھمکیاں ملی ہیں، نیدرلینڈز میں انتہائی دائیں بازو کے قانون ساز گیرٹ وائلڈر نے قتل کی دھمکیوں اور دوسروں کی زندگیوں کو لاحق خطرات کے سبب پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے خاکوں کا مقابلہ منسوخ کرنے کا اعلان کیا ہے۔

گریٹ وائلڈر نے اپنے بیان میں کہا ہے کہ ''اسلامی تشدد کے خطرات کے سبب میں نے فیصلہ کیا ہے کہ اب کارٹون بنانے کا مقابلہ نہیں ہوگا۔'' (بی بی سی لندن)

بزنس، روزگار و کیریر

مودی نے نیپال کو مدد کا بھروسہ دلایا

وزیر اعظم نریندر مودی نے پشوپتی مندر میں نیپال ہندوستان دوستی کی علامت پشوپتی دھرمشالہ کا افتتاح کیا اور نیپال کے ساتھ طویل مدتی تعلقات کا ذکر کرتے ہوئے پڑوسی ملک کو امداد کا بھروسہ دلایا۔ اس دھرم شالہ کی تعمیر کے لئے ہندوستان نے مالی امداد دی ہے۔ مسٹر مودی نے اس دھرمشالہ کو ''سوا سو کروڑ ہندوستانیوں کی طرف سے'' نیپال کو وقف کرتے ہوئے کہا کہ یہ ایک دوستی کی بنیاد ہے جو سیاحت سے متعلق مقامی معیشت کو رفتار دے گی۔ انہوں نے کہا کہ ''دونوں ممالک کے درمیان صدیوں پرانے ثقافتی تعلقات ہیں۔ ہندوستان کے لوگوں کو خوشی ہے کہ نیپال میں استحکام ہے اور اس لئے نیپال ترقی کی جانب گامزن ہے۔ ہندوستان کا خیرسگالی اور تعاون ہمیشہ آپ کے ساتھ رہے گا۔'' وزیر اعظم نے کہا کہ ہندوستان معاشی ترقی کی نئی اونچائیوں کو چھورہا ہے۔ ہمارا ہدف سب کی ترقی ہے اور نیپال بھی اس کا حصہ ہے۔ (یواین آئی)

روپیہ تاریخ کی سب سے نچلی سطح پر

خام تیل کی بڑھتی قیمتوں اور درآمدکاروں کی ڈالر خریداری سے روپیہ مسلسل تیسرے دن گرتا ہوا جمعہ کو پہلی مرتبہ 71 روپے فی ڈالر سے نیچے پہونچ گیا۔ کاروبار کے اختتام پر یہ گذشتہ دن کے مقابلے 27 پیسے نیچے 71 روپے فی ڈالر پر بند ہوا۔ ہندوستان کرنسی تین دن میں 90 پیسے ٹوٹ چکی ہے۔ جمعرات کو یہ پندرہ پیسے گراوٹ میں 70.73 روپے فی ڈالر پر بند ہوئی تھی۔ روپیہ جمعہ کو 22 پیسے ٹوٹ کر 70.95 روپے فی ڈالر پر کھلا اور ابتدائی کاروبار میں ہی لڑھکتا ہوا 71.05 روپے فی ڈالر کی تاریخی نچلی سطح تک پہنچ گیا۔ یہ پہلا موقع ہے جب روپیہ اتنا کمزور ہوا ہے۔ دوپہر کے بعد ایک وقت یہ 70.86 روپے فی ڈالر کی سب سے اوپری سطح تک بھی پہونچا لیکن بعد میں دنیا کی دیگر کرنسیوں میں تیزی آنے سے ایک بار پھر ہندوستانی کرنسی پر دباو بڑھا اور یہ کاروبار کے اختتام پر گذشتہ روز کے مقابلے میں 27 پیسے نیچے آکر 71 روپے فی ڈالر پر بند ہوا۔ یہ اس کی اب تک کی سب سے کم قیمت ہے۔ خام تیل کی بڑھتی قیمتوں کے ساتھ ہی شیئر بازار کے مسلسل تین دن گراوٹ میں رہنے اور غیر ملکی ڈھانچہ جاتی سرمایہ کاری کے گھریلو سرمایہ بازار سے پیسہ نکالنے سے بھی روپے پر دباو بڑھا۔

یکساں سول کوڈ فی الحال ممکن نہیں: لاکمیشن

اپنی مدت کار کے آج آخری دن لاکمیشن کے صدر جسٹس بی ایس چوہان نے پرسنل لا پر ایک مشاورتی نوٹ جاری کیا، جس میں 'بلاوجہ' طلاق، نان ونفقہ اور شادی کے لئے اجازت کی عمر میں غیر یقینی اور عدم مساوات جیسی نئی جہتوں پر بحث کی گئی ہے۔ مشاورتی نوٹ میں کہا گیا ہے کہ ملک میں یکساں سول کوڈ کی فی الحال ضرورت نہیں ہے۔ جسٹس (ریٹائرڈ) بی ایس چوہان کی صدارت والے لاکمیشن نے یکساں سول کوڈ پر مکمل رپورٹ دینے کے بجائے مشاوتی نوٹ دینے کو ترجیح دی ہے کیوں کہ جامع رپورٹ پیش کرنے کے لحاظ سے اس کے پاس وقت کی کمی تھی۔ مشاورتی نوٹ میں کہا گیا ہے کہ یکساں سول کوڈ کا معاملہ کافی وسیع ہے اور اس کے ممکنہ مضمرات کا ابھی ہندوستان میں تجربہ نہیں کیا گیا ہے۔ اس لئے گذشتہ دو سال کے دوران کی گئی تفصیلی تحقیق اور تمام بحث ومباحثہ کے بعد کمیشن نے ہندوستان میں عائلی قوانین میں اصلاحات کے سلسلے میں یہ مشاورتی نوٹ پیش کیا ہے۔ کمیشن نے تفصیلی بحث ومباحثہ کے بعد جاری مشاورتی نوٹ میں مختلف مذاہب، نظریات اور عقائد کے ماننے والوں کے پرسنل لا کو ضابطہ بند کرنے اور ان پر عمل درآمد کی ضرورت پر زور دیا ہے۔ اس میں ہندو، مسلم، سکھ، عیسائی اور پارسی سمیت کئی مذاہب کے مطابق تسلیم شدہ پرسنل لا یا مذہبی قوانین کے مطابق شادی، اولاد، گود لینے، فسخ نکاح، وراثت اور جائیداد کی تقسیم کے قوانین جیسے امور پر اپنی رائے دی ہے۔ کمیشن نے کہا کہ اس مرحلے میں یکساں سول کوڈ کی نہ تو ضرورت ہے اور نہ ہی مطلوب ہے۔ اس کے علاوہ کمیشن نے یہ بھی کہا ہے کہ موجودہ پرسنل لا میں سدھار کی ضرورت ہے اور مذہبی رسوم ورواج اور بنیادی حقوق کے درمیان موافقت قائم رکھنے کی ضرورت ہے۔ جسٹس چوہان نے پہلے کہا تھا کہ یکساں سول کوڈ کی سفارش کرنے کے بجائے کمیشن پرسنل لا میں مرحلہ وار طریقے سے تبدیلی کی سفارش کرسکتا ہے۔ اب یہ بائیسویں لاکمیشن پر منحصر کرے گا کہ وہ اس متنازعہ معاملے پر حتمی رپورٹ پیش کرے۔ حالیہ دنوں میں یکساں سول کوڈ کے معاملے پر کافی بحث ومباحثہ ہوا ہے۔ وزارت قانون نے ۱۷ر جون ۲۰۱۶ء کو کمیشن میں کہا تھا کہ وہ یکساں سول کوڈ کے معاملے کو دیکھے۔ کمیشن کا ماننا ہے کہ یکساں سول کوڈ ایک تفصیلی موضوع ہے اور اسے پورا کرنے میں وقت لگے گا۔ کوڈ پر غور وخوض جاری ہے۔ اس سلسلے میں جسٹس چوہان کا کہنا ہے کہ ملک کے ۲۶ر فیصد حصے میں پارلیمنٹ کا بنایا ہوا قانون نافذ نہیں ہوتا ہے، اس میں شمال مشرق، قبائلی علاقے اور جموں وکشمیر کا حصہ آتا ہے۔ اس لئے تمام مذاہب کے لئے یکساں قانون فی الحال ممکن نہیں ہے۔ کمیشن نے مشاورتی نوٹ میں تین طلاق، نکاح حلالہ اور کثرت ازدواج کے معاملے پر کوئی بات نہیں کہی ہے کیوں کہ یہ معاملات فی الحال سپریم کورٹ میں زیر التوا ہیں۔ (یواین آئی)

انل امبانی کی قرض میں ڈوبی ہوئی کمپنی کو حکومت کے دباؤ کی وجہ سے ٹھیکہ ملا: کانگریس

کانگریس نے الزام عائد کیا ہے کہ قرض میں ڈوبی صنعت کار انل امبانی کی کمپنی کو رافیل طیارے سے متعلق ٹھیکہ حکومت کے دباؤ کی وجہ سے ملا ہے۔ کانگریس ترجمان ابھیشیک منی سنگھوی نے جمعہ کو پارٹی کی پریس کانفرنس میں کہا کہ اگر حکومت کا دباؤ نہ ہوتا تو رافیل طیارے کا سودا طے ہونے سے محض ۱۲ر دن پہلے ہی امبانی کی غیر تجربہ کار کمپنی کو یہ ٹھیکہ نہ ملتا۔ انہوں نے میڈیا رپورٹوں کا حوالہ دیا اور کہا کہ ان خبروں سے اس سودے کے دباؤ میں ہونے کی تصدیق ہوتی ہے۔ خبروں میں کہا گیا ہے کہ رافیل سودے پر دستخط ہونے سے دو دن پہلے انل امبانی کی کمپنی ریلائنس انٹرٹینمنٹ نے فرانس کے اس وقت کے صدر فرانسوا اولاند کی شراکت دار جولی گاییٹ کی فلم بنانے والی کمپنی کے ساتھ معاہدہ کیا تھا۔ (یواین آئی)

مولانا محمد نظر الہدیٰ قاسمی کی تالیف "کتاب زندگی" کا اجراء

ماہر تعلیم ماسٹر محمد نور الہدیٰ رحمانی کی حیات و خدمات پر مشتمل مولانا محمد نظر الہدیٰ قاسمی کی تالیف "کتاب زندگی" کا اجراء مورخہ ۲۶/اگست ۲۰۱۸ء کو نور اردو لائبریری حسن پور گنگھٹی، بکساما، ضلع ویشالی میں پروفیسر نجم الہدیٰ سابق صدر شعبۂ اردو بہار یونیورسٹی مظفر پور کے ہاتھوں ہوا، اس موقع سے جناب امتیاز احمد کریمی ڈائرکٹر اردو ڈائرکٹوریٹ، حکومت بہار، جناب مشتاق احمد نوری سابق سکریٹری بہار اردو اکیڈمی پٹنہ، مولانا مظاہر عالم سابق صدر مدرس مدرسہ احمدیہ ابا بکر پور ویشالی، مولانا محمد سراج الہدیٰ ندوی ازہری، استاذ دار العلوم سبیل السلام حیدرآباد، مولانا اظہار الحق قاسمی (بحرین)، ڈاکٹر ممتاز احمد خان صدر شعبۂ اردو بہار یونیورسٹی، مولانا آفتاب عالم ندوی (کویت)، قمر حاجی پوری (ممبئی)، مولانا مجاہد الاسلام (دربھنگہ)، جناب کامران غنی صبا (پٹنہ)، حافظ ریاض احمد (پٹنہ)، مولانا امام الدین ندوی صدر مدرس مدرسہ تحفیظ القرآن مجیا، ماسٹر شمیم الہدیٰ استاذ مدرسہ اسلامیہ چہرہ کلاں، ویشالی، مولانا عبد القیوم شمسی صدر مدرس مدرسہ اسلامیہ اماموری، مولانا قمر عالم ندوی، مولانا نظیر عالم ندوی (اساتذہ مدرسہ احمدیہ ابا بکر پور ویشالی)، ڈاکٹر فیض احمد سکریٹری مدرسہ فردوس العلوم لعل گنج، پروفیسر معراج الحق سابق صدر شعبۂ فارسی بہار یونیورسٹی مظفر پور، کاروان ادب کے ذمہ دار جناب انوار الحسن وسطوی، مولانا صدر عالم ندوی، مولانا معین الرشید ندوی ناظم دار التعلیم والتربیت، مولانا اظہار الحق قاسمی بانی و ناظم دار ارقم حاجی پور، ماسٹر عبد الرحیم معہد العلوم الاسلامیہ چک چمیلی، حافظ عبد الرحیم بانی و ناظم مدرسہ مجیدیہ سکری مظفر پور، سماجی کارکن حافظ توقیر سیفی (مہوا)، آصف جاوید نرالے (رہوا)، اردو ٹیچرس یونین ویشالی کے صدر اور سکریٹری ماسٹر عظیم الدین انصاری اور ذاکر حسین، اردو کونسل کے سید مصباح الدین اور نسیم الدین صدیقی ایڈووکیٹ، ویمنس کالج حاجی پور کے صدر شعبہ اردو ڈاکٹر مشتاق احمد مشتاق، مولانا عبد القیوم قاسمی (چمپارن)، اخبارات کے نمائندگان میں جناب شوکت حسین، کلیم انشر، اعجاز عادل اور شاہنواز عطا، مدرسہ مدنی بسہیا شیخ شیوہر کے استاذ مولانا ظفر الہدیٰ قاسمی کے ساتھ علماء، دانشوران، ائمہ کرام اور عوام الناس کی ایک بڑی تعداد موجود تھی، اس موقع سے **"گاؤں اور دیہاتوں میں اردو کا فروغ؛ مشکلات اور حل"** کے عنوان سے ایک مذاکرہ کا انعقاد کیا گیا، جس میں مقررین نے اردو سے محبت اور مرثیہ خوانی سے گریز پر زور دیا، اخبارات و رسائل کی خریداری پر بھی اظہار خیال کرنے والوں نے گفتگو کی، مقررین نے ماسٹر نور الہدیٰ رحمانیؒ کی تعلیم کے میدان میں خدمات کو سراہا، پروفیسر نجم الہدیٰ صاحب نے کتاب کے اجراء کے بعد اپنی تقریر میں ان کے دور طالب علمی پر ایک ساتھی کی حیثیت سے بھرپور روشنی ڈالی، اور ان کے اخلاق و کردار کو نئی نسلوں کو خصوصیت سے اپنانے پر زور دیا، انہوں نے ان کے نام پر قائم نور اردو لائبریری کی خدمات کی ستائش کی اور ایک سیمینار ہال کی تعمیر کی طرف ذمہ داروں کو متوجہ کیا۔ پروگرام کا آغاز صہیب سراج اور حافظ ذکوان کی تلاوت کلام اللہ اور عاکف الہدیٰ و ماسٹر عبد الصمد کی نعت خوانی سے ہوا۔ خطبہ استقبالیہ پروگرام کے کنوینر مولانا نظر الہدیٰ قاسمی نے پیش کیا، جس میں انہوں نے گاؤں اور علاقہ کی تاریخ نیز نور اردو لائبریری کے قیام کے منظر اور پس منظر پر روشنی ڈالی۔ پروگرام کی نظامت مولانا مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی نائب ناظم امارت شرعیہ اور مدیر ہفت روزہ نقیب نے کیا، جو اس پروگرام کے سرپرست اور مجلس کے صدر بھی تھے۔ پہلی نشست کا اختتام مولانا اظہار الحق قاسمی اور دوسری نشست کا اختتام پروفیسر نجم الہدیٰ صاحب کی دعا پر ہوا، اس پروگرام کو کامیاب بنانے میں ہدیٰ خاندان کے سبھی ارکان نے کلیدی کردار ادا کیا۔

ملک میں ہجومی تشدد کا سلسلہ جاری، بھینس چوری کے الزام میں مسلم نوجوان کا قتل

ملک میں ہجومی تشدد میں مسلمانوں کے قتل کے واقعات تھمنے کا نام نہیں لے رہے ہیں، ابھی ایک تازہ واقعہ مورخہ ۲۹/اگست ۲۰۱۸ء کو یوپی میں پیش آیا، جہاں بریلی ضلع کے کینٹ علاقہ میں بھیڑ نے جانوروں کی چوری کے الزام میں ایک مسلم نوجوان کو پیٹ پیٹ کر مار ڈالا۔ پولیس کے ذرائع نے بتایا کہ بھولا پور ہنڈولیہ گاؤں میں بدھ کی شب چار نوجوان پہونچے تھے، الزام ہے کہ نوجوانوں پر گاؤں والوں نے بھینس چرانے کا شبہ کیا اور انہیں گھیر کر پیٹنے لگے تین نوجوان تو کسی طرح جان بچا کر فرار ہونے میں کامیاب ہوئے، لیکن شاہ رخ نامی نوجوان بھیڑ کے چنگل میں پھنس گیا، گاؤں والوں نے کئی گھنٹے تک اس کی پٹائی کی، پولیس نے گاؤں کے تیس افراد کے ساتھ شاہ رخ کے ساتھیوں کے خلاف معاملہ درج کیا ہے۔ جب گاؤں والوں نے خوب پٹائی کر لی تو خود ہی پولیس کو مطلع کر دیا پولیس نے آناً فاناً اس کو ضلع اسپتال میں بھرتی کرایا، لیکن زخموں کی تاب نہ لا کر اس نے اسپتال میں دم توڑ دیا۔

۱۵/بچوں کے ساتھ جنسی زیادتی کرنے والا بودھ راہب گرفتار

بودھ گیا میں بودھ مذہبی ادارے میں ۱۵/نابالغ لاماؤں کے ساتھ جنسی تشدد کے معاملہ میں پولیس نے بنگلہ دیشی بودھ رہنما بھنتے سجائے کو گرفتار کیا ہے اور اس کو ۱۴/دن کی عدالتی حراست میں جیل بھیج دیا ہے، اس معاملہ میں پوکسو ایکٹ کے تحت مقدمہ درج کیا گیا ہے، ایس ایس پی راجیو مشرا نے بتایا کہ تفتیش کے دوران جنسی تشدد کے شکار لاماؤں نے جو بیان دیا ہے وہ چونکانے والے اور تشویش ناک ہیں۔ متاثرہ تمام بچے آسام کے رہنے والے ہیں۔

بقیـــــات

بقیہ مارکیٹنگ .... امام کے پیچھے جو کھڑا ہوتا ہے، وہ کبھی تو وضو ٹوٹنے کی صورت میں امام کے بعد امام بن جاتا ہے، اور کبھی اسے جگہ خالی ہونے کا انتظار کرنا پڑتا ہے۔ پہلی صف میں جانے کی خواہش مضبوط رکھئے، احساس کمتری کے شکار نہ ہوئیے، البتہ منزل تک پہونچنے کے لیے وہ راہ اختیار کیجئے، جو آسان بھی ہو اور ممکن بھی، اگر آپ تحمل اور برداشت کے ساتھ ساتھ قدم قدم آگے بڑھنا چاہتے ہیں تو آپ منزل تک ضرور پہونچیں گے، اور آپ کامیابی سے ہم کنار ہوں گے، پر جوش، محنتی اور اولوالعزم ہونا اچھی بات ہے، لیکن عجلت، جلد بازی، بے صبری اس راہ میں انتہائی مضر ہے، اس کا خیال رکھنا چاہئے۔

اپنی مارکیٹنگ کے لیے ان دنوں بیساکھی کا سہارا لینے کی بھی روایت عام ہے، یہ بیساکھی، پیروی کی ہوتی ہے، روپے پیسے کے ذریعہ رشوت کی ہوتی ہے، مختلف لوگوں کی لابی بنا کر اپنی مارکیٹنگ کا پروپیگنڈہ کرایا جاتا ہے اور صلاحیت سے زیادہ شور وغل اور پروپیگنڈہ کے ذریعہ مقصد کو حاصل کرنے کی کوشش کی جاتی ہے، اس کام کے لیے اپنے مقابل کی صلاحیت کو کم تر دکھایا جاتا ہے، سست اور کاہل ہونے کا پرچار کیا جاتا ہے اور اپنی مارکیٹنگ حقیقی بنیادوں پر نہیں غیر حقیقی بنیادوں پر کی جاتی ہے، ایسے لوگ حقیقتاً بڑے نہیں ہوتے، لیکن بڑے ہونے کی مارکیٹنگ کرتے ہیں، ان کے اندر اپنے مقابل سے قد کو آگے بڑھانے کی چوں کہ صلاحیت نہیں ہوتی، اس لیے وہ بڑے نشان کو چھوٹا کرنے کے لیے بڑے نشان کو مٹانے پر اپنی صلاحیتیں صرف کرتے ہیں ایسے لوگ بالآخر مارکیٹنگ میں ناکام ہو جاتے ہیں، اور کچھ دنوں کے بعد ان کی ہوا اکھڑ جاتی ہے، غیر حقیقی بنیادوں پر کام کا یہی انجام مقدر ہے۔

بقیہ کڑوا سچ .... ۲۰۱۷ء میں دو پائیدان اوپر ہو کر ۷۹ ویں نمبر پر پہونچ گیا ہے۔ نوٹ بندی کے حوالہ سے یہ وہ کڑوا سچ ہے، جو ریزرو بینک آف انڈیا کی رپورٹ اور ٹرانسپرنسی انٹرنیشنل کی اس رپورٹ پر مشتمل ہے، جو اس نے ۱۷۵/ملکوں کے سروے کے بعد جاری کی ہے۔

بقیہ سیلاب بلا خیز .... امارت شرعیہ نے اللہ تعالیٰ کی توفیق سے اہل خیر حضرات کے تعاون کی امید پر باز آبادکاری کا منصوبہ بنایا ہے، جس پر کثیر رقم کا صرفہ ہے، یہ عبوری راحت کے کاموں پر خرچ کی جارہی رقم کے علاوہ ہے، امارت شرعیہ کا رفاہی کاموں اور خدمت خلق کے میدان میں جو اعتبار و اعتماد ہے، اس کے پیش نظر امید کی جاتی ہے کہ اہل خیر کا تعاون حسب سابق ہمیں ملے گا اور ہم اللہ تعالیٰ کی نصرت اور مدد سے پریشان حال لوگوں کی باز آبادکاری کا کام موثر انداز میں کر سکیں گے و اللہ الموفق و ہو المعین.

بقیہ یادوں کے چراغ (مولانا ابرار احمد قاسمی) .... مولانا ابو اختر صاحبان کے ساتھ ان سے ملاقات کو ضروری سمجھتا، کئی دفعہ ایسا ہوا کہ میں نماز کے لیے مسجد حاضر ہوا، انہوں نے میرا بیان رکھ دیا، بیان کے بعد وہ مسجد سے متصل اپنی کتاب وغیرہ کی دکان پر لے جاتے، بھرپور ناشتہ کا اہتمام کرتے اور چلتے وقت کچھ نہ کچھ ہدیہ ضرور پیش کرتے، کبھی ٹوپی، کبھی رومال، کبھی عطر کی شیشی، اس درمیان ملی مسائل پر تبادلۂ خیال کرتے رہتے، ان کی گفتگو سے اندازہ لگتا تھا کہ حالات حاضرہ پر ان کی گہری نظر تھی اور ملت کی شریانوں میں داخل کیے جا رہے سم اور زہر کے تریاق کے بارے میں ان کی اپنی رائے تھی، جس کا اظہار وہ مسجد کے ممبر کے ساتھ مجلسی گفتگو میں بھی کیا کرتے تھے، وہ اپنی جد وجہد سے ملت کے مسائل حل کرنے کے لیے کوشاں رہتے تھے اور واقعہ یہ ہے کہ انہوں نے پوری زندگی اس کے لیے وقف کر رکھی تھی۔

مولانا ہمارے درمیان اب نہیں ہیں، دربھنگہ میں ان کی خدمات کے نقوش تابندہ اور پائندہ رہیں گے، عوام تو بھول جاتی ہے، لیکن نامۂ اعمال میں ثبت چیزیں تو قیامت تک کے لیے محفوظ ہو جاتی ہیں، اس لیے کہنا چاہئے کہ تیری خوبیاں سلامت، تیری نیکیاں ہیں باقی۔

مولانا نے اپنے پسماندگان میں اہلیہ، چار لڑکے اور دو لڑکیوں کو چھوڑا ہے، دونوں لڑکیوں کی شادی ہو چکی ہے، بڑے لڑکے محمد اسرار کی شادی کے مرحلہ سے بھی نمٹ چکے تھے، تین لڑکے ناکتخدا ہیں، جن میں تیسرا لڑکا محمد شارق عالم ہے، اس نے مدرسہ حسینیہ رانچی سے فراغت حاصل کی ہے، بقیہ تین لڑکے اعلیٰ عصری تعلیم سے مزین ہیں: ایم اے بھی ہیں اور ایم ایڈ بھی، سب بحمد للہ نیک ہیں اور نیک لڑکے صدقۂ جاریہ ہوا کرتے ہیں، اور مرحوم کے نامۂ اعمال میں اس صدقہ کا ثواب درج ہوتا رہتا ہے، شرط یہ ہے کہ وہ نیک ہوں اور مغفرت کی دعا کرتے رہیں، ہمیں توقع رکھنی چاہئے کہ مولانا کے یہ صاحبزادگان اپنے والد کی صالحیت کا پاس و لحاظ رکھیں گے، نیک بن کر زندگی گذاریں گے اور کم از کم "ربّ ارحمهما كما ربّيٰني صغيراً" کا ورد جاری رکھیں گے۔

بقیہ آئین اور انصاف کا تقاضہ ہے کہ ملک میں سو فیصد ریزرویشن ہو! ....

لیکن اگر اس کے منفی پہلو پر غور کیا جائے تو سوائے ایک نقصان کے اور کوئی منفی اثر نظر نہیں آتا، پالیسی سے جو نقصان ہو سکتا ہے وہ بس یہ ہے کہ آج ملک کی سب سے کم تعداد والا طبقہ جو سب سے زیادہ ملک کے ہر گوشہ پر قابض ہے، اس کو نقصان پہنچے گا اور وہ طبقہ ہے اونچی ذات والا برہمن طبقہ، جس کی آج ہر شعبہ میں تقریباً اجارہ داری ہے، وہی ایک طبقہ ہے، جو ملک کے زیادہ تر مسائل پر قابض ہے، اس کی اجارہ داری ختم ہو جائے گی اور یہی بات اس ملک کے برہمنوں کو پسند نہیں ہے؛ لیکن غیر برہمن طبقات کے ذمہ داروں، قائدین، رہنماؤں اور بدھی جیویوں (Intellectuals) اور ذہین افراد کو اس معاملے میں سنجیدگی کے ساتھ غور کرنے کا وقت اب آ گیا ہے، انہیں یہ سوچنا ہوگا کہ ہم کب تک ایک مخصوص طبقہ کی حکمرانی اور برتری کو تسلیم کریں گے؟ ماہرین قانون کو اس بات پر غور کرنا ہوگا کہ کیا یہ ممکن ہے کہ دستور کے بنیادی حقوق کی دہائی دے کر ہم سب کے لیے یکساں مواقع کو یقینی بنانے کے لیے ملک کی عدالت عالیہ سے رجوع کریں کہ ملک میں سو فیصد ریزرویشن کی راہ ہموار کی جائے؛ تاکہ ملک کے ہر طبقے کو ہر شعبہ زندگی میں متناسب نمائندگی حاصل ہو، نہ کسی طبقے کے ساتھ ناانصافی ہو اور نہ کسی ایک طبقے کی اجارہ داری باقی رہے۔

یہ بات صحیح ہے کہ اس وقت عدلیہ میں بھی اسی طبقے کو برتری حاصل ہے؛ لیکن اب بھی کچھ انصاف پرور منصف باقی ہیں، جو دستور اور آئین کی پاسداری کو اپنا فرض منصبی سمجھتے ہیں، ایسے فاضل ججوں سے یہ امید کی جا سکتی ہے کہ وہ دستور کی روشنی میں حکومت کو یہ ہدایت دیں کہ سب کا ساتھ سب کا وکاس کرنے کے لیے لازمی ہے کہ ملک میں سو فیصد ریزرویشن پالیسی بنائی جائے؛ تاکہ جس کی جتنی سنکھیا (تعداد) بھاری، اس کی اتنی حصہ داری کو یقینی بنایا جا سکے اور اس ملک پر ایک مخصوص طبقے کی اجارہ داری کو ختم کیا جا سکے۔ تمام سیاسی، سماجی افراد اور تنظیموں کے لیے یہ ایک لمحۂ فکریہ ہے۔ (بشکریہ دعوت-۱۳/اگست ۲۰۱۸ء)

بقیـــــــات

بقیہ: ترکی - خلافت عثمانیہ کی راہ پر ....ابتدائی دور میں وہ ترکی کے قدآور اسلامی نظریاتی وسیاسی رہنما نجم الدین اربکان کی رفاہ اسلامی پارٹی سے وابستہ رہے، انہوں نے بعض عملی مصالح سے انصاف اوروکاس پارٹی قائم کی، جس کی روح اربکان کی تحریک کا ہی پرتو ہے، اسی تحریک کی بدولت ترکی میں جوہری تبدیلیوں کا دورشروع ہوا، سیکولرزم کے نام پر عوام پر مسلط جبری لادینیت کا حصار ٹوٹا، مذہبی آزادی نے عوام کو روحانی سکون دیا اور دینی شعارواقدار کی بحالی نے اسکولوں، کالجوں، دفتروں اور بازاروں کے ماحول کو نیارنگ وآہنگ عطا کیا، پہلے وزیر اعظم اور پھر صدر کی حیثیت سے جناب رجب طیب اردغان اوران کے پیش روعبداللہ گل کا اس تبدیلی میں اہم کردار رہا، ظاہر ہے اسلام فوبیا کے عالمی ماحول میں ترکی میں کمال اتاترک کی لادینی وراثت کا سمٹ جانا اور یوروپ کے ہی ایک ملک میں پھر سے اسلام کا رنگ ابھرآنا بہت سے ذہنوں میں خار کی طرح چبھتا ہے۔

صدر اردغان نے استنبول کے میئر (1994 -98) سے موجودہ منصب صدارت تک طویل سیاسی سفر طے کیا ہے، ترکی کو جو یوروپ کا بیمار کہلاتا تھا، اقتصادی اعتبار سے مضبوط کیا، ترکی نے تعمیراتی میدان میں کمال کی ترقی کی اور دنیا کی سب سے بڑی تعمیراتی انڈسٹری کھڑی کرلی، زراعت اور باغبانی سے پیداوار اور برآمدات میں ایک دہائی میں تین گنا سے زیادہ اضافہ ہوا، عوام کی بنیادی ضرورتوں جیسے صحت خدمات، پانی کی دستیابی، سڑک، مواصلات وغیرہ کو وسعت حاصل ہوئی، تعلیم کے شعبہ میں بڑا کام ہوا، اعلیٰ تعلیم کے لیے بڑی تعداد میں بیرونی طلبہ ترکی کا رخ کرنے لگے ہیں، یہ سارے ترقیاتی کام صدر اردغان کی مقبولیت کی بنیاد بنے، جس کا اندازہ 2016 میں فوجی بغاوت کے وقت ہوگیا تھا، جب عوام جدید اسلحہ سے لیس فوجیوں اوران کے ٹنکوں کے سامنے سینہ سپر ہوگئے، ان کو آگے نہیں بڑھنے دیا اور دنیا کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں۔

طیب اردغان کی مقبولیت کو مغربی طاقتوں نے بہت سنجیدگی سے لیا، کیوں کہ اردغان کی اسلام پسندی نہ صرف سیکولرزم کے لیے خطرہ ہے، بلکہ پورے یہودی ومسیحی اقتدار کے لیے بھی ایک چیلنج ہے، اگر ترکی دوبارہ اپنی سابقہ قوت حاصل کرتا ہے اور عثمانی شان وشوکت کے ساتھ وہ عالمی سیاست میں قدم رکھتا ہے تو مغربی طاقتوں کو دوبارہ سرنگوں ہونا پڑسکتا ہے، اسی طرف اشارہ کرتے ہوئے اردغان اپنی تقاریر میں یہ کہتے کیوں نظر آتے ہیں کہ 2023 کے بعد ترکی پہلے جیسا نہیں رہے گا، انہوں نے بار بار کہا ہے کہ 2023 کے بعد ترکی ایک کمزور اور بیمار ملک نہیں رہے گا، بلکہ ایک طاقت وراور ترقی یافتہ ملک کی حیثیت سے ابھر کر یورپی سازشوں کے سامنے سینہ تان کر کھڑا ہوگا، ہم ترک سرزمین پر اپنی ضرورت کے مطابق تیل اور دیگر معدنیات بھی تلاش کریں گے اور نہر سویز کی طرح ایک ایسی نہر بھی کھودیں گے جو بحر اسود کو بحر مرمرہ کے ساتھ ملاکر مربوط کرے گی، اس نہر کی کھدائی کے بعد ترکی یہاں سے گزرنے والے ہر بحری جہاز سے ٹیکس وصول کرے گا، جس سے ترک معیشت مضبوط سے مضبوط تر ہوگی۔

مذکورہ تفصیلات ہی کی روشنی میں یہ کہانی واضح ہوجاتی ہے کہ مغرب کیوں اردغان کا اس قدر سخت دشمن بنا ہوا ہے اور مغرب کے اپنے مفادات کس طرح ہیں؟ اور اردغان کیوں ترکی کے لیے ایک پاورفل منتظم اور صدر چاہتے ہیں، طیب اردغان کا یہ خیال بالکل درست ہے کہ لولالنگڑا اور کمزور صدر ترکی کے لیے زیادہ جرأت مندی سے اہم ترین فیصلے نہیں کرپائے گا اور نہ ہی یورپی ممالک کی سازشوں کا مقابلے کرنے کی اس میں جرأت ہے، تجزیہ نگار کے مطابق یہ بات ترکی کی مفاد میں ہے کہ امریکی طرز پر صدارتی اختیارات سے لیس ترک فوج کا کمانڈر انچیف اور قوم کا اعتماد رکھنے والا صدر ہو، جو عالمی سطح پر ترکی کو اس کا آبرومندانہ مقام دلاسکے۔ چنانچہ اسی منظر وپس منظر میں 24 جون کو ترکی میں سنسنی خیز انتخابات ہوئے، تقریبا 6 کروڑ ترک باشندوں نے اپنے حق رائے دہی کا استعمال کیا، صدارتی عہدے کے لیے 6 امیدوار میدان میں تھے، ترکی کے انتخابی قوانین کے مطابق اگر کسی بھی امیدوار کو 50 فیصد سے زائد ووٹ نہیں ملتے تو سب سے زیادہ ووٹ حاصل کرنے والے دو امیدواروں کے درمیان دوبارہ الیکشن کرایا جاتا، جسے Run-off کہا جاتا ہے اوراس کے لیے 8 جولائی کی تاریخ طے تھی، طیب اردغان کی پوری کوشش تھی کہ انہیں 50 فیصد سے زائد ووٹ حاصل ہوجائیں؛ تاکہ انہیں ووٹنگ کے دوسرے راؤنڈ میں نہ جانا پڑے، چنانچہ ایسا ہی ہوا، اردغان کو 53 فیصد ووٹ حاصل ہوئے، جبکہ ان کے حریف محرم انس کو 31 فیصد ووٹ ملے، اس طرح رجب طیب اردغان نے صدارتی الیکشن میں تاریخی کامیابی حاصل کرلی۔

یہ انتخاب اس لحاظ سے بے حد اہم تھے کہ اب ترکی میں صدارتی نظام پر عمل درآمد شروع ہوجائے گا، اس نظام کے تحت انتظامیہ اور مقنّنہ (پارلیمان) کو بالکل علاحدہ کردیا جائے اور امریکہ کی طرح وزرا قومی اسمبلی کے رکن نہیں ہوں گے، بلکہ اگر صدر نے کسی رکن قومی کونسل کو کابینہ کا رکن نامزد کیا تو اسے وزارت کا حلف اٹھانے سے پہلے پارلیمان کی رکنیت سے استعفی دینا ہوگا، پارلیمنٹ صرف قانون سازی کے فرائض انجام دے گی اور تمام انتظامی اختیارات صدر کے پاس ہوں گے، وزیر اعظم کا منصب ختم کردیا جائے اور صدر اپنی نیابت کے لیے نائب صدر نامزد کردیں گے جو پارلیمان کا صدر ہوگا۔

ترکی میں نافذ ہونے والے صدارتی نظام کے تجزیہ کے بعد یہ سوال بھی اٹھتا ہے کہ آج زمام اقتدار رجب طیب اردغان جیسے دیندار شخص کے سپرد ہے اور امید ہے کہ وہ ان اختیارات کو ترک قوم اور امت مسلمہ کے حق میں مؤثر بنائیں گے، تاہم سیاسی مفکرین کا کہنا ہے کہ ایسا نظام حکومت جس میں کل اختیارات ایک فرد یا اس کے گرد چند افراد کے ہاتھوں میں سمٹ آتے ہیں، اس وقت بدترین نظام بن جاتا ہے، جب بدنیتی، کوتاہ اندیشی اور غلط روی راہ پاجائے، موجودہ قانون کے تحت صدر اردغان زیادہ سے زیادہ 2032 تک برسر اقتدار رہ سکتے ہیں؛ لیکن کیا لازم ہے کہ ان کے بعد میں آنے والے افراد بھی ملک وملت کے مفاد میں ان اختیارات کو جو صدر محترم نے اپنے لیے حاصل کئے ہیں، اسی زیرکی اور دیانت سے استعمال کرسکیں گے؟ نئے نظام میں وزیر اعظم کا منصب ختم ہوجائے گا، وزیروں کا تقرر براہ راست صدر کریں گے، اس لیے وہ صدر کو جواب دہ ہوں گے، پارلیمنٹ کو نہیں، جس سے پارلیمنٹ کمزور ہوگی، ایسا نظام جس میں موثر نگرانی اور توازن کا میکانزم شامل نہ ہو، ملک ومعاشرے کے لیے خطرہ بن جاتا ہے، خصوصا ایسی صورت میں جب بڑی عیار طاقتیں دیگر ممالک کے حکمرانوں اور وسائل کا استعمال اپنے مفاد میں کرنے کی مہارت رکھتی ہیں، یہ صورت عوام میں بے اطمینانی اور ملک میں شورش کو ہوا دے سکتی ہے، اس لیے ہمیں سکہ کے اس دوسرے رخ سے باخبر رہنے کی ضرورت ہے اور اردغان سے یہ امید کی جاسکتی ہے کہ وہ اس نظام میں دیر سویر سیکولرازم کی جگہ اسلام کو جزلاینفک کے شامل کریں گے؛ تاکہ ان کے بعد کوئی ایسا شخص آسانی سے کرسی اقتدار پر قابض نہ ہونے پائے جو ان اختیارات کا غلط استعمال کرے اور عالم اسلام ایک بار پھر کمال اتاترک کے عہد اقتدار کو دیکھ کر خون کے آنسو بہائے۔

انتخابات جیت جانے کے بعد طیب اردغان کو بہت سے چیلنجز کا سامنا ہے، یورپ کے اکثر ممالک کا رویہ ترکی سے معاندانہ ہے، جس کی وجہ سے ان ممالک نے بعض غیر اعلانیہ پابندیاں بھی عائد کررکھی ہیں اور آگے بھی وہ اپنی دشمنیاں ظاہر کرتے رہیں گے، گزشتہ کچھ عرصے سے ترک شدید دباؤ میں ہے، ادھر چند ماہ کے دوران اس کی قیمت میں 20 فیصد کی کمی واقع ہوئی ہے، ترکی کی عراق اور شام سے ملنے والی سرحدوں پر کشیدگی ہے، جس کی وجہ سے انقرہ کے دفاعی اخراجات بہت زیادہ ہیں، اقتصادی ترقی کے لیے اردغان نے طیارہ سازی کی صنعت کے قیام، شمسی توانائی کے فروغ اور دفاعی صنعت کو ترقی دینے کا منصوبہ بنایا ہے، ترک قوم 5 سال بعد 2023 میں اپنی آزادی کا سوسالہ جشن منائے گی، صدر اردغان نے 2023 میں ملک کی فی کس آمدنی کے لیے 23 ہزار ڈالر کا ہدف طے کیا ہے، جبکہ اس وقت فی کس آمدنی 11 ہزار ڈالر کے قریب ہے، گویا وقت کم اور مقابلہ سخت۔

بقیہ ملک کا بنیادی تعلیمی ڈھانچہ تباہی کے دہانے پر .... اس وقت ملک میں تعلیم اور تعلیمی اداروں (اعلیٰ سطح تک) کی صورت حال کیا ہے، اس سے ہر خواندہ اور تعلیم یافتہ شہری واقف ہے۔ مزید واقفیت کے لیے اگر آپ NDTV کے معروف اینکر مسٹر رویش کمار کے حال میں نشر کیے گئے 30 سے زائد ایپی سوڈز پر مشتمل رپورٹ دیکھ لیجیے تو اندازہ ہوجائے گا کہ ملک کا بنیادی تعلیمی ڈھانچہ تباہی کے دہانے پر ہے۔ ایسی صورت میں ڈیجیٹل انڈیا کا خواب محض خواب ہے، حقیقت سے دور کا بھی واسطہ نہیں ہے۔

اعـــلان مفقـود الخبــری

● مقدمہ نمبر ۱۱/۵۵/۳۹ھ (متدائرہ دارالقضاء امارت شرعیہ دھرم پور سمستی پور)

شبنم خاتون بنت محمد موتی علی ساکن مقام ہری شنکر پور، وارڈ نمبر ۱، ڈاکخانہ بگھونی، ضلع سمستی پور، بہار (مدعیہ)

بنام

محمد نوشاد عرف ببلو ولد محمد جمال مرحوم ساکن مقام ڈانگی پارہ، ڈاکخانہ دربھنگہ ٹولہ، ضلع دارجلنگ، مغربی بنگال (مدعاعلیہ)

اطلاع بنام مدعاعلیہ

مقدمہ ہذا میں مدعیہ ساکنہ مذکورہ بالا نے آپ کے خلاف عدالت دار القضاء دھرم پور، ضلع سمستی پور (بہار) میں عرصہ دراز سے نان ونفقہ ودیگر حقوق زوجیت ادانہ کرنے کی بنیاد پر نکاح فسخ کئے جانے کا دعویٰ کیا ہے۔ لہٰذا اس اعلان کے ذریعہ آپ کو آگاہ کیا جاتا ہے کہ آپ جہاں کہیں بھی ہوں آئندہ تاریخ پیشی ۱۶/محرم الحرام ۱۴۴۰ھ مطابق ۲۶/ستمبر ۲۰۱۸ء روز بدھ کو خود مع گواہان مرکزی دار القضاء امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ میں بوقت ۹/بجے دن حاضر ہوکر رفع الزام کریں۔ واضح رہے کہ مذکورہ تاریخ پر حاضر نہ ہونے کی صورت میں مقدمہ فیصل کیا جاسکتا ہے۔ فقط۔ قاضی شریعت

● مقدمہ نمبر ۳/۷۲/۱۳۶۲/۳۹ھ (متدائرہ دار القضاء امارت شرعیہ مدرسہ فلاح المسلمین گواپوکھر، مدھوبنی)

ساجدہ خاتون بنت جہاں گیر شاہ ساکن مقام وڈاکخانہ بروار، تھانہ بابوبڑھی، ضلع مدھوبنی (مدعیہ)

بنام

شمشاد عالم ولد محمد ادریس شاہ ساکن مقام وڈاکخانہ گھوربنکی، تھانہ باسوپٹی، ضلع مدھوبنی (مدعاعلیہ)

اطلاع بنام مدعاعلیہ

مقدمہ ہذا میں مدعیہ ساکنہ مذکورہ بالا نے آپ کے خلاف عدالت دار القضاء مدرسہ فلاح المسلمین گواپوکھر، ضلع مدھوبنی میں عرصہ ۳/ماہ سے غائب ولاپتہ ہونے اور نان ونفقہ ادانہ کرنے کی بنیاد پر نکاح فسخ کیے جانے کا دعویٰ کیا ہے، لہٰذا اس اعلان کے ذریعہ آپ کو آگاہ کیا جاتا ہے کہ آپ جہاں کہیں بھی ہوں، آئندہ تاریخ پیشی ۱۹/محرم الحرام ۱۴۴۰ھ مطابق ۲۹/ستمبر ۲۰۱۸ء روز سنیچر کو بوقت ۹/بجے دن خود مع گواہان وثبوت مرکزی دار القضاء امارت شرعیہ پھلواری شریف، پٹنہ میں حاضر ہوکر رفع الزام کریں۔ واضح ہو کہ تاریخ مذکور پر حاضر نہیں ہونے کی صورت میں مقدمہ فیصلہ کیا جاسکتا ہے۔ فقط۔ قاضی شریعت

● مقدمہ نمبر ۱۷/۴۰۸/۳۹ھ (متدائرہ دار القضاء امارت شرعیہ ملت نگر کولکاتا)

اینا بیگم بنت محمد طیوم خان ساکن مقام 46/C توپسیا روڈ، چوتھی منزل، تھانہ تلجلا، ضلع کولکاتا (مدعیہ)

بنام

محمد وکیل خان ولد محمد غلام خان ساکن مقام 56 نندوگھوش روڈ، کپور گلی، ضلع ہوڑہ (مدعاعلیہ)

اطلاع بنام مدعاعلیہ

مقدمہ ہذا میں مدعیہ ساکنہ مذکورہ بالا نے آپ کے خلاف عدالت دار القضاء امارت شرعیہ ملت نگر، کولکاتا میں عرصہ ۴/سال سے غائب ولاپتہ ہونے، نیز نان ونفقہ ودیگر حقوق زوجیت ادانہ کرنے کی بنیاد پر نکاح فسخ کئے جانے کا دعویٰ کیا ہے۔ لہٰذا اس اعلان کے ذریعہ آپ کو آگاہ کیا جاتا ہے کہ آپ جہاں کہیں بھی ہوں آئندہ تاریخ پیشی ۶/محرم الحرام ۱۴۴۰ھ مطابق ۱۶/ستمبر ۲۰۱۸ء روز اتوار کو خود مع گواہان مرکزی دار القضاء امارت شرعیہ پھلواری شریف، پٹنہ میں بوقت ۹/بجے دن حاضر ہوکر رفع الزام کریں۔ واضح ہو کہ تاریخ مذکور پر حاضر نہ ہونے کی صورت میں مقدمہ فیصل کیا جاسکتا ہے۔ فقط۔ قاضی شریعت۔

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اسلام کا بنیادی کام ہے

اس کی پاداش میں امام حرم کی گرفتاری شرمناک عمل: حضرت امیر شریعت

امام حرم شیخ صالح آل طالب کی گرفتاری پر امیر شریعت مولانا محمد ولی رحمانی صاحب کا سخت رد عمل

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اسلام کا بنیادی کام ہے اور ہر مسلمان کے لیے اس کی استطاعت کے بقدر فریضۂ الٰہی ہے۔ ایسی خبر مل رہی ہے کہ امام حرم فضیلۃ الشیخ صالح آل طالب کو ان کے ایک خطبہ کی وجہ سے سعودی حکومت کی جانب سے گرفتار کر کے پابہ زنداں کر دیا گیا ہے، اس خطبہ میں انہوں نے نہی عن المنکر کا تذکرہ کیا تھا اور حکومت کے بعض اقدامات پر نکیر فرمائی تھی۔ اگر امام حرم کی مبینہ گرفتاری کا معاملہ غلط ہے تو فوری طور پر حکومت سعودی عرب کو اس کی تردید کرنی چاہئے تاکہ پوری دنیا کے مسلمانوں کی بے چینی دور ہو، اور اگر امام حرم کی گرفتاری کا معاملہ صحیح ہے اور اسلام کے اس بنیادی فریضہ کی پاداش میں ان کو پابند سلاسل کیا گیا ہے تو یہ انتہائی افسوس ناک اور شرمناک عمل ہے گرچہ اس خبر کی مکمل تصدیق نہیں ہوئی ہے، پھر بھی دنیا بھر کے مسلمان اس فعل پر افسوس اور بے چینی کا اظہار کرتے ہیں۔ ان خیالات کا اظہار امیر شریعت بہار، اڈیشہ وجھارکھنڈ مفکر اسلام حضرت مولانا محمد ولی رحمانی صاحب دامت برکاتہ نے امام حرم شیخ صالح آل طالب کی گرفتاری کی خبر پر اپنے شدید رد عمل کا اظہار کرتے ہوئے کیا۔

امیر شریعت نے موجودہ سعودی حکومت کی امریکہ نواز اور مغرب کی تقلید پر آمادہ پالیسیوں کو شدید تنقید کا نشانہ بناتے ہوئے کہا کہ ولی عہد محمد بن سلمان کی سربراہی میں سعودی عرب جس رخ پر جا رہا ہے اور امریکہ نوازی اور مغرب کی تقلید میں جس طرح کے اقدامات کیے جا رہے ہیں اور مغربی روایات قائم کرنے کے اقدامات حکومت سعودی عرب کر رہی ہے، وہ پوری دنیا کے مسلمانوں کے لیے سخت تکلیف دہ ہے۔ خاص طور پر اسرائیل کا نفوذ تیزی کے ساتھ سعودی عرب میں بڑھتا جا رہا ہے، یہاں تک کہ حکومت سعودی عرب نے حج آپریشن کی بعض ذمہ داریاں اسرائیلی کمپنیوں کے حوالہ کر دی ہیں، یہ بہت ہی تشویش ناک بات ہے۔ ہم امید کرتے ہیں کہ حکومت سعودی عرب ان تمام حالات کا ایماندارانہ جائزہ لے گی اور اپنے فیصلہ پر نظر ثانی کرے گی تاکہ پوری دنیا کے مسلمانوں کی بے چینی دور ہو سکے۔ حضرت امیر شریعت نے دردمند دل رکھنے والے بھائیوں سے اپیل کی ہے کہ وہ سعودی عرب کے استحکام، ترقی اور حفاظت کے لیے دعاء خیر کریں، ساتھ ہی وہاں کی مغرب زدہ پالیسی سے بچنے کی بھی دعا کریں تاکہ سعودی حکومت الملک عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے طرز فکر اور طریق عمل پر چل سکے۔

کیرل کے سیلاب زدگان کی مدد کے لیے مساجد سے ائمہ کرام لوگوں سے اپیل کریں: محمد شبلی القاسمی

امارت شرعیہ کا پانچ رکنی وفد ریلیف کے کاموں کے لیے کیرل روانہ

ہندوستان کی جنوبی ریاست کیرل اس وقت صدی کے سب سے تباہ کن سیلاب کی زد میں ہے، اس بھیانک سیلاب میں کیرل کے ۱۴؍اضلاع میں سے ۱۳؍اضلاع بری طرح متاثر ہیں، پورے صوبہ میں ریڈ الرٹ قائم ہے، اس تباہ کن سیلاب میں لاکھوں لوگ متاثر ہوئے ہیں، خاص طور پر مسلم اکثریتی ضلع 'ملاپورم' سب سے زیادہ متاثر ہے۔ سرکاری رپورٹ کے مطابق اب تک ساڑھے چار سو سے زیادہ لوگ لقمۂ اجل بن چکے ہیں، سیکڑوں لوگ لاپتہ ہیں، آٹھ لاکھ سے زیادہ لوگوں نے چار ہزار مختلف ریلیف کیمپوں میں پناہ لے رکھی ہے، ہزاروں بستیاں اور قصبات پانی میں ڈوبے ہوئے ہیں، لاکھوں لوگ کھلے آسمان کے نیچے زندگی گذارنے پر مجبور ہیں، ان کے گھر بار، زمینیں، فصلیں، کھیت کھلیان، غلے، اناج، گھروں کے اثاثے سبھی پانی میں ڈوب چکے ہیں، لوگ مختلف جگہوں پر پناہ لیے ہوئے ہیں۔ امارت شرعیہ نے امیر شریعت مفکر اسلام حضرت مولانا محمد ولی رحمانی صاحب کی ہدایت پر کیرل میں سیلاب متاثرین کے درمیان ریلیف کا کام شروع کر دیا ہے اور ایک پانچ رکنی وفد ریلیف کے کام کے لیے سیلاب زدہ علاقوں میں جا رہا ہے۔ اس وفد میں مولانا مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی نائب ناظم امارت شرعیہ، مولانا مفتی سعید الرحمٰن قاسمی مفتی امارت شرعیہ، مولانا مفتی وصی احمد قاسمی نائب قاضی امارت شرعیہ، مولانا سید محمد عادل فریدی اور مولانا سعود اللہ رحمانی کارکنان امارت شرعیہ شریک ہیں۔

حضرت امیر شریعت مدظلہ کی ہدایت کے مطابق یہ وفد کیرل کے سب سے زیادہ متاثر علاقوں میں عبوری راحت رسانی کے علاوہ زمینی سطح پر سروے کا کام کرے گا، جس کے بعد رپورٹ کی روشنی میں بڑے پیمانے پر باز آبادکاری کا کام کیا جائے گا۔ یہ باتیں قائم مقام ناظم امارت شرعیہ مولانا محمد شبلی القاسمی نے پریس کے لیے جاری ایک بیان میں کہیں۔

انہوں نے بتایا کہ ریلیف کے کاموں کے سلسلہ میں امارت شرعیہ کی ایک سنہری تاریخ رہی ہے، ملک کے کسی بھی حصہ میں کوئی بھی قدرتی آفت آتی ہے یا فرقہ وارانہ تصادم وغیرہ کی وجہ سے عام لوگوں کے جان و مال کا ضیاع ہوتا ہے وہاں امارت شرعیہ بلا تفریق مذہب وملت ریلیف اور راحت رسانی کا کام مضبوطی سے کرتی ہے، جس کو پورے ملک میں سراہا جاتا رہا ہے، اس لیے کیرل کے سیلاب زدگان کے درمیان بھی امارت شرعیہ کا طویل مدتی ریلیف ورک چلے گا۔ اس لیے تمام اہل خیر سے اپیل ہے کہ وہ انسانی ہمدردی کی بنیادوں پر تعاون کا ہاتھ بڑھائیں اور امارت شرعیہ کے ریلیف فنڈ میں زیادہ سے زیادہ حصہ لیں۔ ان شاء اللہ آپ کی دی ہوئی رقم مستحقین تک پہونچائی جائے گی اور اس کو مصیبت زدگان کی مصیبت کو دور کرنے میں خرچ کیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ اس کا بہتر اجر دنیا وآخرت میں عطا کرے گا۔ قائم مقام ناظم امارت شرعیہ نے مصیبت کی اس گھڑی میں علماء، ائمہ اور اہل علم و دانش سے گذارش کی ہے کہ اپنے اپنے حلقے میں لوگوں کو اس مصیبت سے آگاہ کریں، اور انہیں اپنے بھائیوں کی مدد کے لیے ترغیب دیں، بالخصوص ائمہ کرام اپنے جمعہ کے خطبہ میں لوگوں کو اس طرف متوجہ کریں، امارت شرعیہ کے تمام ذمہ داران وکارکنان اور تمام اضلاع کے قاضی صاحبان اس مہم میں لگے ہوئے ہیں، اہل خیر حضرات کو ان کا بھرپور تعاون کرنا چاہئے، گاؤں، محلوں میں رقم اکٹھا کر کے بیت المال امارت شرعیہ میں پہونچانے کی کوشش کریں۔

۱۸۵۷ء کے بعد نوے سالہ تحریکات کے نتیجہ میں آزادی ملی: مفتی محمد اعجاز رحمانی

گذشتہ دنوں یوم آزادی کے موضوع پر خانقاہ رحمانی مونگیر میں ایک سمینار ہوا، جس کے دوسرے سیشن میں ۱۹۲۰ء کے بعد حالات پر روشنی ڈالتے ہوئے، جامعہ رحمانی کے استاذ مولانا مفتی محمد اعجاز رحمانی نے کہا کہ جس طرح ۱۸۵۷ء سے پہلے آزادی کے لیے عظیم قربانیوں کا سلسلہ ہے، اس کے بعد بھی مسلسل طویل جدوجہد کی ایک بڑی داستان ہے، جو نوے سالوں پر مشتمل ہے، جس میں کچھ پر اس سے پہلے روشنی ڈالی جا چکی ہے، انہوں نے کہا کہ ۱۹۲۰ء کے آس پاس ایک بڑی تحریک گھر گھر خلافت کمیٹی قائم کی گئی ہے، آپ جانتے ہیں پہلی جنگ عظیم جو ۲۸؍جولائی ۱۹۱۴ء سے ۱۱؍نومبر ۱۹۱۸ء تک ہوئی، اس میں برطانیہ کی لڑائی جرمنی اور ترکی سے ہو رہی تھی، ترکی مسلمانوں کا دارالخلافۃ تھا، مسلمانوں کے مقامات مقدسہ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ اس وقت ترکی کی خلافت کے ماتحت تھے، برطانیہ جس کی ہندوستان پر اس وقت حکومت تھی اور جو پہلی جنگ عظیم میں ترکی کا مخالف تھا، برطانیہ کی مدد کے لیے ہندوستانی مسلمانوں نے شرط لگائی تھی کہ فتح کے بعد ترکی کی خلافت کو باقی رکھا جائے، اس کے علاقہ میں کانٹ چھانٹ نہ کی جائے، تاکہ ترکی کی مدد حاصل کر کے انگریزوں کا ناپاک سایہ ہندوستان سے ختم کیا جائے، فتح کے بعد برطانیہ نے ترکی کا برا حشر کیا، اس خلاف ورزی کے بعد ۵؍جولائی ۱۹۱۹ء کو خلافت کمیٹی قائم کر کے ایک تحریک چلائی گئی جسے تحریک خلافت کے نام سے جانا جاتا ہے، جس نے انگریزوں کے لیے بڑی مصیبت کھڑی کر دی۔

مفتی صاحب نے کہا کہ پھر تحریکوں کا ایک لانبہ سلسلہ چلا ۸؍جون ۱۹۳۰ء کو تحریک موالات کا سلسلہ شروع ہوا، ۵؍فروری کو چوراچوری کا واقعہ پیش آیا، اسی سال شدھی سنگٹھن، پھر ۱۹۲۵ء میں بغاوت وغیرہ کے واقعات پیش آئے، خلافت برطانیہ نے سر جان سائمن کی صدارت میں کمیشن ۱۹۲۸ء میں ہندوستان بھیجا، جس کا مقصد ہندوستانیوں کو لالچ دے کر بہلانا تھا، لیکن ہندوستانیوں نے اس کا بائیکاٹ کیا اور کمیشن ناکام واپس چلا گیا، ۱۹۳۰ء میں گاندھی جی، مولانا حفظ الرحمان سیوہاروی وغیرہ نے ڈانڈی تک پیدل مارچ کر کے نمک ستیہ گرہ شروع کیا، مفتی کفایت اللہ صاحب نے ایک لاکھ مسلم افراد کی قیادت کرتے ہوئے آزاد پارک دہلی میں گرفتاری پیش کی اور ۱۹۳۱، ۱۹۳۲ء کی سول نافرمانی میں اہم کردار ادا کیا، ۱۹۳۲ء ہی میں نن کوآپریشن موومنٹ میں سرگرم حصہ لیتے ہوئے میرٹھ، مظفر نگر اور سہارنپور کی جماعت کی قیادت خانقاہ رحمانی کے سجادہ نشیں امیر شریعت رابع حضرت مولانا منت اللہ رحمانی نور اللہ مرقدہ نے کی، اور دو مرتبہ آپ کو جیل جانا پڑا، ۱۹۳۷ء کے الیکشن میں حصہ لیتے ہوئے آپ نے ریکارڈ توڑ کامیابی حاصل کی، ۱۹۳۹ء میں جب دوسری جنگ عظیم شروع ہوئی، اس میں حکومت برطانیہ نے ہندوستانیوں کو ان کے قائدین اور وزراء کی مرضی کے بغیر شامل کر دیا جس کے نتیجہ میں اکتوبر ۱۹۳۹ء میں احتجاجا وزارتیں مستعفی ہو گئیں، انہوں نے کہا کہ ۸؍اگست ۱۹۴۲ء کو ہندوستان چھوڑو تحریک شروع کی گئی، جس نے انگریزوں کو ہندوستان چھوڑنے پر مجبور کیا، ان سب تحریکوں میں لاکھوں مسلمانوں نے حصہ لیا، جن میں مولانا حسین احمد مدنی، مولانا ابو الکلام آزاد، مولانا محمد شوکت علی، اور محمد علی جوہر، مسلم لیگ اور اس کے قائد محمد علی جناح، جمعیۃ علماء ہند اور کانگریس کے رہنما نمایاں نام ہیں، ان حضرات کی بار بار گرفتاریاں ہوئیں، جیل گئے، ۱۹۴۵ء میں تمام رہنما جو قید میں تھے رہا کر دیئے گئے تھے، ۲؍ستمبر ۱۹۴۵ء میں جب جنگ دوسری عظیم ختم ہوئی تو ہندوستان کو آزادی کا پروانہ ملا، اب ہندوستان کے قبضہ جمائے رکھنا انگریزوں کے بس کا نہ تھا، دو عظیم جنگوں نے انہیں بے حد تھکا دیا تھا، دنیا کے حالات بھی آزادی کے موافق ہو گئے تھے، لیکن افسوس کہ نامساعد حالات نے پہلے ملک کو تقسیم کے مرحلہ سے گذارا، پھر ۱۴؍اگست ۱۹۴۷ء کو پاکستان نئے ملک کی شکل میں وجود میں آیا اور ۱۴؍۱۵؍ کی شب کو ہندوستان آزاد ہوا۔ انہوں نے کہا کہ آزادی جس محنت و مشقت سے ملی ہے، ہماری ذمہ داری ہے کہ ہم ملک کی تعمیر وترقی کے لیے اسی محنت اور لگن اور اخلاص سے کوشاں رہیں، اس لیے کہ اس ملک کو عظیم اور گل گلزار ہم نے بنایا ہے، اور باوقار اور پر امن بنائے رکھنا بھی ہماری ہی ذمہ داری ہے۔

دعاء مغفرت

نہایت ہی افسوس کے ساتھ یہ خبر دی جا رہی ہے کہ جناب الحاج ماسٹر محمد نجم الہدیٰ نقیب امارت شرعیہ بردونی، ضلع سمستی پور کا مورخہ ۱۱؍اگست ۲۰۱۸ء کو انتقال ہو گیا ہے، انا للہ وانا الیہ راجعون! مرحوم کا امارت شرعیہ سے گہرا تعلق تھا، قومی وملی کاموں میں بڑی دلچسپی رکھتے تھے، امارت شرعیہ کا جب بھی کوئی پیغام پہونچتا، پوری آبادی میں اس پیغام کو عام کرنے کی کوشش کرتے، مرحوم نہایت سنجیدہ مزاج اور خلیق انسان تھے۔ دعا فرمایئے کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے، ان کی خطاؤں کو درگذر کرتے ہوئے جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام نصیب فرمائے اور مرحوم کے پسماندگان کو صبر وثبات کی توفیق بخشے۔ (یہ اطلاع مولانا مطیع الرحمٰن رحمانی مبلغ امارت شرعیہ نے دی)

اظہار تعزیت

ادھر ایک اور جانکاہ خبر موصول ہوئی ہے کہ مولانا مفتی سعید الرحمٰن قاسمی مفتی امارت شرعیہ کے خسر محترم جناب حافظ مسیح الدین رحمانی ساکن مغربی پہاڑ پور، سمری بختیار پور ضلع سہرسہ کا طویل علالت کے بعد ۱۰؍ذی الحجہ ۱۴۳۹ھ عین عید الاضحیٰ کے روز ڈھائی بجے دن میں انتقال ہو گیا، انا للہ وانا الیہ راجعون! مرحوم کا شمار علاقہ کے صاحب وجاہت اور بااثر لوگوں میں تھا، ان کا جامعہ رحمانی مونگیر اور امارت شرعیہ سے گہرا تعلق تھا، مرحوم صوم وصلوٰۃ کے پابند، خلیق، مہمان نواز اور علماء کے قدردان تھے۔ ان کی نماز جنازہ ۱۲؍ذی الحجہ کو ۸؍بجے دن میں ان کے بڑے صاحبزادے مفتی محمد شفیع الدین قاسمی نے پڑھائی، نماز جنازہ میں علاقہ کے مسلمانوں کی کثیر تعداد نے شرکت کی، مرحوم کے پسماندگان میں تین لڑکے اور سات لڑکیاں ہیں۔ ان کے انتقال پر امیر شریعت حضرت مولانا محمد ولی رحمانی صاحب، قائم مقام ناظم امارت شرعیہ مولانا محمد شبلی القاسمی سمیت تمام کارکنان وذمہ داران امارت شرعیہ نے اظہار تعزیت کیا ہے، قارئین نقیب مرحوم کی مغفرت اور بلندی درجات اور پسماندگان کے لیے صبر جمیل کی دعاء کریں۔

Volume:56/66,Issue:34 Printed & Published by Sohail Ahmad Nadwi, Printed at Azimabad Printers, R.C.F./105, Ground Floor, B.H. Colony, Bhootnath Road, Kankarbagh, Patna-800026 and Published from Naqueeb Office Imarat Shariah, Phulwari Sharif, Patna-801505

LEADING URDU JOURNAL OF IMARAT-E-SHARIAH
BIHAR ORISSA JHARKHAND

THE NAQUEEB WEEKLY

PHULWARI SHARIF,PATNA 801505

SSPOS PATNA Regd.No.PT 14-6-18-20
R.N.I.N.Delhi,Regd No-4136/61

ان کے آگے جو جھکی رہتی ہیں نظریں اپنی
اس لیے ہم ہی خطا وار نظر آتے ہیں
(شکیل بدایونی)

ملک کا بنیادی تعلیمی ڈھانچہ تباہی کے دہانے پر

محمد عارف اقبال

کسی بھی ملک کا مستقبل اُس نئی نسل پر منحصر کرتا ہے، جسے دنیا میں آنکھ کھولے محض تین چار سال ہی ہوتے ہیں۔ میری مراد اُن بچوں سے ہے، جو ملک کے معصوم سرمایہ ہوتے ہیں اور آئندہ بیس برسوں میں ملک وسماج کی ذمہ داریاں انہی کے کاندھوں پر ہوں گی۔ دنیا میں چاہے انسان جس قبیلے، علاقے، ذات، یا دھرم ومسلک سے تعلق رکھتا ہو، اس کی پہچان اس کے ازلی والدین آدم وحوا علیہما الصلاۃ والسلام ہی سے ہے۔ نہ گورے کو کالے پر اور نہ ہی کالے کو گورے پر فوقیت اور برتری حاصل ہے۔ انسان کے جسم کا کوئی بھی عضو اس کی پیدائش کے وقت غریبی، یا امیری کا محتاج نہیں ہوتا۔ ہر انسان کی آنکھ دنیا میں اس کے مقدر کے ساتھ کھلتی ہے؛ کیونکہ خالق کائنات ہی تقدیر کا مالک اور بہترین عدل کرنے والا ہے۔ رب العالمین کے نزدیک اس کی تمام مخلوقات محبت واحترام کی مستحق ہیں، وہ کسی معمولی کسان کے بیٹے کو بھی امریکہ کا صدر بنا سکتا ہے اور تاج وتخت کے مالک شاہی نسل کو صفحۂ ہستی سے مٹا سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ انسانی تاریخ میں سرداری، یا حکمرانی کا معیار بھی عدل وانصاف ہی رہا ہے، ہمارے ملک کے دستور میں بھی ہر شہری کے لیے عدل وانصاف پر مبنی بنیادی حقوق متعین کیے گئے ہیں۔

ہندوستان جب آزاد نہیں ہوا تھا تو انگریزی حکومت (British Empire) نے عوام کی بنیادی تعلیم کے لیے اپنے اصول پر تعلیمی ادارے قائم کیے۔ ان کے نزدیک تعلیم کو ہمیشہ اوّلیت حاصل رہی۔ بچّوں کی تعلیم کے سلسلے میں انگریز حکمراں ہمیشہ سنجیدہ رہے، جب انگریز ہندوستان کے حکمراں تھے تو ان سے بعض معاملات میں شدید اختلاف کیا جا سکتا ہے؛ لیکن گورننس اور تعلیمی شعبے میں ان کی خدمات کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ آزادی کے بعد ہم ایک طرف جہاں اپنی غلامی سے نجات پر فخر سے جھومنے لگے، وہیں دھرم اور ذات پات کے نام پر بدترین ذہنیت کا مظاہرہ بھی کرتے رہے۔ ایک ثانیے میں اہنسا (Non-Violence)، ہنسا (Violence) میں تبدیل ہوگئی۔ 30 جنوری 1948 کو تو اہنسا کو ہم نے قتل ہی کر دیا، انڈین نیشنل کانگریس کا تحریکی جذبہ دھندلا پڑتا گیا، قومی سطح پر انہی افراد کو قائدانہ رول ادا کرنے کے بہتر مواقع ملے، جنہوں نے آکسفرڈ کی شکل دیکھی تھی؛ لیکن تقسیم ہند کے بعد ایسا لگتا ہے کہ ان کی قائدانہ اور مدبرانہ صلاحیتیں منجمد سی ہوگئیں۔ انہوں نے ملک کے تمام ہندوستانیوں سے آزادی کا نذرانہ اور قربانیاں تو وصول کیں؛ لیکن ان کی ذہنی وفکری آبیاری کو زیادہ اہمیت نہیں دی، یہ بھی نہیں سوچا کہ ملک کی آبادی کے اَسّی فیصد دبے کچلے لوگ بھی ان ہی کی طرح خالق کائنات کی مخلوق ہیں، یہی وجہ ہے کہ زبان سے تو سوشلزم کا نعرہ لگایا جاتا رہا؛ لیکن عملاً بدترین سرمایہ داری (Capitalism) کی نمائندگی کی جاتی رہی، انہوں نے ہندوستانیوں کی بنیادی تعلیم کے لیے کوئی معیار مقرر نہیں کیا۔ عام ہندوستانیوں کے بچّوں کو مقامی مدرسوں، مکتبوں اور میونسپلٹی کے اسکولوں کے رحم وکرم پر چھوڑ دیا، ان کی یہ مجرمانہ غفلت اس لیے بھی سنگین ہے کہ وہ خود انگریزی نظام حکومت کی دانش گاہوں کے پروردہ تھے، ان کے تعلیمی نظام سے خوب واقف تھے۔ یہ بھی جانتے تھے کہ کسی ملک کی ریڑھ کی ہڈی (Back Bone) بلا تفریق مذہب وملت اور ذات پات بچّوں کی بہترین منظّم تعلیم میں مضمر ہے، اس معاملے میں ہندوستان میں سرسیّد احمد خاں (17 اکتوبر 1817۔ 27 مارچ 1898) کی شخصیت مثالی ہے کہ انہوں نے آکسفرڈ میں تعلیم حاصل تو نہیں کی لیکن انگلینڈ دیکھنے کے بعد علی گڑھ کے مضافات میں ایسا مثالی تجربہ کیا کہ اس پر ہر ہندوستانی کو فخر ہونا چاہیے۔ وہ تعلیمی ادارہ اگرچہ مسلمانوں کے نام پر علی گڑھ مسلم یونیورسٹی (A.M.U.) کہلایا لیکن نظام تعلیم وتربیت کے لحاظ سے ہندوستان میں پہلا تعلیمی ماڈل تھا جو صد فیصد کامیاب رہا، اس تعلیمی ماڈل سے بھی آزاد ہندوستان کے ہمارے حکمراں نے کوئی سبق حاصل نہیں کیا، ہمارے انگلینڈ ریٹرن ڈاکٹر بابا صاحب امبیڈکر (6 دسمبر 1956-14/اپریل 1891) نے اونچ نیچ اور چھوت چھات کے خلاف آواز تو بلند کی اور دلتوں کو آئین (Constitution) میں تحفظ تو فراہم کیا، لیکن لندن اسکول آف اکانومکس کے سند یافتہ ڈاکٹر صاحب نے ہندوستان کے مثالی تعلیمی ماڈل پر توجہ مرکوز نہیں کی۔

ملک کی آزادی کے بعد ہمارے حکمراں یوروپ اور امریکہ کا سفر بھی کرتے رہے؛ لیکن انہیں شاید خیال بھی نہیں آیا کہ ملک میں تمام شہریوں کے لیے یکسانیت (Equality) پر مبنی مثالی بنیادی تعلیمی نظام قائم ہو، تاہم انہیں 1962 میں یہ ضرور خیال آیا کہ بیوروکریسی کو مضبوط رکھنے کے لیے ملک میں سنٹرل اسکول قائم کیے جائیں، لہٰذا 15 دسمبر 1963 کو منسٹری آف HRD کے تحت پورے ملک میں یکساں نصاب تعلیم (CBSE) کی بنیاد پر سنٹرل اسکول کا قیام عمل میں آیا۔ بعد میں اس کا نام کیندریہ ودیالیہ ہوا۔ اس میں درجہ VI سے VIII تک سنسکرت زبان کی پڑھائی لازمی قرار دی گئی۔ آٹھویں درجے تک کوئی فیس نہیں ہے اور نویں کلاس سے واجبی فیس لی جاتی ہے۔

31 مارچ 2017 کے اعداد وشمار کے مطابق پورے ملک میں 1128 کیندریہ ودیالوں میں 12,27,951 طلبا وطالبات زیر تعلیم ہیں۔ اسٹاف کی تعداد 56,445 ہے۔ بیرون ملک میں بھی تین سنٹرل اسکول ہیں؛ یعنی کٹھمنڈو، تہران اور ماسکو۔ پورے ملک کو کیندریہ ودیالیہ کے قیام کے لیے 25 ریجنس (Regions) میں تقسیم کیا گیا ہے، جس کا سربراہ ڈپٹی کمشنر ہوتا ہے، تاہم ملک کے 178 اضلاع اب بھی کیندریہ ودیالیہ سے محروم ہیں۔

ملک میں سنٹرل اسکولز کے لیے 1963 سے آج تک جتنے بھی تام جھام کیے جا رہے ہیں، وہ صرف ان افراد کے بچّوں کے لیے ہے، جو مرکزی حکومت کے ہاتھ پاؤں خیال کیے جاتے ہیں، یا جن کا تعلق کسی حد تک ڈیفنس ہے۔ آپ کو حیرت ہوگی کہ آزادی کے 61 سال بعد ہندوستان کی پارلیمنٹ کو پہلی بار Right to Education کا خیال آیا، چنانچہ 4 اگست 2009 کو پارلیمنٹ میں 6 سے 14 سال کے بچّوں کے لیے Right of Children to Free and Compulsory Education Act (RTE) پاس کیا گیا جس کا نفاذ یکم اپریل 2010 سے ہوا، اس کے برعکس انگلینڈ (یوکے) میں 5 سے 18 سال تک کے بچّوں کے لیے بہت پہلے سے مفت تعلیم کو لازمی قرار دیا گیا ہے، پارلیمنٹ میں بچّوں کی مفت تعلیم کے حقوق (RTE) کا یہ فیصلہ بھی محض نظریاتی یا سیاسی ہی تھا۔ کیونکہ عام بچّوں کی تعلیم کے مثالی ادارے پورے ملک میں حکومت کی سطح پر آج بھی صفر کے برابر ہیں۔ اگر مرکزی حکومت 1963 میں بھی بالغ نظری کے ساتھ پورے ملک کے عوام کے درد کو محسوس کرتے ہوئے اسی سنٹرل اسکول کے نظام کو ریاستوں کی مفاہمت سے ایک ہی نصاب تعلیم (عوام کے مفاد میں جزوی ترمیم کے ساتھ) کے تحت شہری ودیہی علاقوں میں کیندریہ ودیالیہ قائم کرنے پر توجہ دیتی تو اس وقت شاید ملک کی تمام ریاستوں میں آبادی کے لحاظ سے عام بچوں کے لیے بھی کیندریہ ودیالیہ قائم ہو چکے ہوتے، میونسپل کارپوریشن اور میونسپلٹی کے اسکول تحلیل کر دیے جاتے اور سماج کا کوئی بھی بچہ تعلیم سے محروم نہ ہوتا۔ (بقیہ صفحہ ۱۰ر پر)

کیرل کے سیلاب زدگان کی مدد کے لیے حضرت امیر شریعت کی اپیل

محترم ومکرم!　　　　السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

خدا کرے آپ صحت وعافیت کے ساتھ ہوں!

ہندوستان کی جنوبی ریاست کیرل میں آئے تباہ کن سیلاب کی تازہ صورت حال سے آپ واقف ہیں، اس بھیانک سیلاب نے قومی مصیبت کی صورت اختیار کر لی ہے، اس وقت کیرل کے ۱۴/اضلاع میں سے ۱۳/اضلاع تباہ کن سیلاب کی زد میں ہیں، جس سے لاکھوں لوگ متاثر ہوئے ہیں، خاص طور پر مسلم اکثریتی ضلع 'ملاپورم' سب سے زیادہ متاثر ہے۔ سرکاری رپورٹ کے مطابق اب تک ساڑھے چارسو سے زیادہ لوگ لقمۂ اجل بن چکے ہیں، سیکڑوں لوگ لاپتہ ہیں، آٹھ لاکھ سے زیادہ لوگوں نے چار ہزار مختلف ریلیف کیمپوں میں پناہ لے رکھی ہے، ہزاروں بستیاں اور قصبات پانی میں ڈوبے ہوئے ہیں، لاکھوں لوگ کھلے آسمان کے نیچے زندگی گذارنے پر مجبور ہیں، ان کے گھربار، زمینیں، فصلیں، کھیت کھلیان، غلے، اناج، گھروں کے اثاثے سبھی پانی میں ڈوب چکے ہیں، لوگ مختلف جگہوں پر پناہ لیے ہوئے ہیں۔ اخبارات، سوشل میڈیا اور دیگر ذرائع سے آپ تک بھی سیلاب کی تباہ کاریوں کی خبریں پہونچ رہی ہوں گی۔ مصیبت کی اس گھڑی میں انسانی ہمدردی کی بنیاد پر بڑے پیمانے پر ان مصیبت زدہ لوگوں کی مدد کرنے کی ضرورت ہے۔ مصیبت زدگان کی خدمت کرنا اور ان کی مصیبت کو کم کرنا بڑا کار خیر ہے، اس کے لیے سبھی حضرات کو تعاون کا ہاتھ بڑھانا چاہئے۔ امارت شرعیہ کا ایک پانچ رکنی وفد ریلیف کے کام کے لیے کیرل کے سیلاب زدہ علاقے میں پہونچ کر ریلیف کا کام شروع کر چکا ہے۔

آپ سے گذارش ہے ک آپ اپنے علاقہ میں انفرادی واجتماعی طور پر تحریک چلا کر مصیبت زدگان کی مدد کریں اور اپنے احباب کو بھی اس جانب متوجہ کریں۔ اگر آپ امارت شرعیہ کے ذریعہ اپنا تعاون متاثرین تک پہونچانا چاہتے ہیں تو اپنی رقم بیت المال امارت شرعیہ میں بھیجیں، تاکہ بروقت متاثرین تک امداد پہونچائی جا سکے۔ ان شاء اللہ آپ کی رقم مصیبت زدگان کی تکلیف دور کرنے کے لیے خرچ کی جائے گی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔والسلام

(محمد ولی رحمانی)

امیر شریعت بہار، اڈیشہ وجھارکھنڈ

نوٹ: جو حضرات چیک یا ڈرافٹ کے ذریعہ رقم بھیجنا چاہیں وہ چیک اور ڈرافٹ پر صرف یہ لکھیں:

IMARAT SHARIAH PATNA

مندرجہ ذیل اکاؤنٹ نمبر پر ڈائرکٹ ٹرانسفر بھی کر سکتے ہیں:

A/C Name: IMARAT SHARIAH, A/C No: 10331726226
Bank Name: State Bank of India, Branch: J.C.Road Patna
IFSC CODE: SBIN0001233